انوارِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد منشا تابش قصوری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

انوارِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد منشا تابش قصوری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر 161

کتاب : انوارِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترتیب : محمد منشا تابش قصوری

تصحیح : قاری محمد یٰسین قادری

کتابت : محمد اشرف زماں مریدکے

صفحات : ۸۰

ناشر : رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

مطبع : سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور

ہدیہ : دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی لاہور

نوٹ : بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۵ روپے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ :

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) محبوب روڈ، چاہ میراں لاہور

(پاکستان)

انتسابِ جمیل

ملتِ اسلامیہ کی نامور روحانی شخصیت، تحریکِ مجددیت، کے بین الاقوامی مبلغ، شیخ المشائخ حضرت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری مدظلہ زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب، برادرِ گرامی شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہما اللہ تعالےٰ کے

نام

جنہوں نے قلم کی اہمیت کو پہچانا اور پھر اس کا حق ادا کرنے کی طرح ڈالتے ہوئے "ماہنامہ نورِ اسلام" کے درجِ ذیل تاریخی نمبر شائع فرما کر اہلِ علم و دانش اور قوم پر عظیم احسان فرمایا،

شیرِ ربانی نمبر، امام اعظم نمبر، صدیق اکبر نمبر،
اولیاء نقشبند نمبر ۲ جلد، حضرت مجدد الف ثانی نمبر ۳ جلد

نیز زیرِ نظر ترتیب میں امام اعظم نمبر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء ایسی روحانی و علمی شخصیات کا سایہ عالمِ اسلام پر قائم رکھے جن کے دم قدم سے سُنیت کی بہار ہے

محتاجِ دعا :

محمد منشا تابش قصوری

۱۴ر اگست ۱۹۸۹ء

بمطابق ۱۱ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ امام الائمہ، سراج الامۃ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین پیشوائے اصفیاء، مُبشّرِ مصطفےٰ، دعائی مرتضیٰ الغرض نبوت وصحابیت کے بعد انسان میں جس قدر فضائل ومحاسن پائے جا سکتے ہیں آپ ان تمام اوصاف کے جامع و رہنما تھے۔ ولادت سنہ ۸۰ھ کوفہ وصال سنہ ۱۵۰ھ بغداد

○ نام ونسب :- نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان عادل بادشاہ شرحِ تحفہ نصائح میں مولانا محمد گلہوی تحریر فرماتے ہیں "ونوشیروان از فرزندان حضرت اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ است بنا ءً علیہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر جا کر آپ کی خاندانی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مل جاتی ہے۔ جو اس اعتبار سے آپ کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتی ہے۔

○ دعائے علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ : حضرت اسماعیل بن حماد بن امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت ہے

کہ آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بڑے عمدہ مراسم تھے، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا جسے آپ نے بے حد پسند فرمایا۔ جب ثابت پیدا ہوئے تو نعمان بن مرزبان آپ کے پاس لائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ثابت اور ان کی اولاد کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت اسماعیل بن حماد کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے توقع ہے

کہ وہ دعا ہمارے حق میں اللہ تعالےٰ نے قبول فرمائی ہے۔

○ **ابو حنیفہ** :۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ آپ کی کنیّت کے سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ درج فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند عورتوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا کہ جب مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں ؟

آپ نے فرمایا، اس سوال کا جواب کسی اور وقت پر دونگا، اسی اثناء میں گھر تشریف لائے آپ کی صاحبزادی جس کا نام حنیفہ تھا اس نے آپ کو متفکر دیکھا تو سبب پوچھا، آپ نے عورتوں کے سوال کرنے کرنے کی بابت بتایا اور کہا کہ فی الحال اس کے جواب سے قاصر ہوں۔ صاحبزادی نے عرض کیا۔ اگر آپ اپنے نام کے ساتھ میرے نام کو بھی شامل فرمائیں تو میں ان عورتوں کو جواب دے سکتی ہوں۔ آپ نے وعدہ فرمایا، دوسرے دن عورتوں کو بلایا گیا، صاجزادی نے ہر ایک کو ایک ایک پیالی دی اور کہا کہ ہر ایک اپنی اپنی پیالی میں اپنا اپنا دودھ ڈال دے، انہوں نے عمل کیا۔ صاجزادی نے ایک بڑے پیالے میں ہر ایک کا دودھ ڈال دیا اور کہا اس پیالے سے اپنا اپنا دودھ الگ کرو! اس بات پر عورتوں نے کہا یہ تو ناممکن ہے۔

صاجزادی نے کہا جب دو شوہروں کی شرکت سے تمہاری اولاد ہو گی تو تم کیسے بتا سکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر سے ہے، اس جواب پر وہ عورتیں حیران رہ گئیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسی دن سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی جسے اللہ تعالےٰ نے نام سے بھی

زیادہ شہرت عطا فرمائی۔

بعض محققین نے آپ کی کنیت ابو حنیفہ کے معنوی مفہوم لیے ہیں : کسی نے لکھا ہے اس سے مراد "صاحب ملت حنیفہ" اور اس کا مطلب ہے "ادیان باطلہ سے اعراض کر کے دین حق کو اختیار کرنے والا" اسی معنی سے یہ کنیت اختیار کی، ورنہ حنیفہ نام کی آپ کی کوئی صاحبزادی نہیں تھی (واللہ تعالےٰ اعلم)

بشارتِ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم : قرآن کریم میں بشارتوں کا ایک کا وسیع سلسلہ موجود ہے بیداری اور خواب ہر دو حالتوں میں اولوالعزم صاحب مرتبت شخصیات کی آمد اور ظہور کی بشارتیں، فتح و نصرت کی خبریں اور پیشگوئیاں، مستقبل کے احوال کی نشاندہی اور ان پر نتائج کا مرتب ہونا آیات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے لیکن سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی احادیث سے امتِ محمدیہ کی بعض جلیل القدر ہستیوں کے بارے بے شمار اشارات بشارات کی صورت میں پائے جاتے ہیں جن میں سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات سے متعلق بھی متعدد بشارتیں متحقق ہیں۔ ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں :

○ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اسی مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس سورۃ کی آیت : وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا : حضور یہ دوسرے کون ہیں؟ جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے۔

حضور نے سکوت فرمایا! جب بار بار سوال کیا گیا تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کندھے پر دستِ اقدس رکھ کر فرمایا : لوکان الایمان

عند الثریا لنالہ رجال من ھولاء ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے ۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالے نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالے کے بعض شاگردوں کے حوالہ سے درج کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمارے استاذ یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ہیں کیونکہ امام اعظم کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی شخص بھی آپ کے علمی مقام کو نہ پا سکا۔ بلکہ آپ کا مقام تو الگ رہا آپ کے تلامذہ کے مقام و مراتب کو بھی آپ کے معاصرین میں سے کوئی شخص حاصل نہ کر پایا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی اس بشارت کے مصداق ہیں اس کی تائید امام الاولیاء عارف کامل قطب زمانہ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالے کی کتاب کشف المحجوب میں بیان کردہ حکایت سے بھی ہوتی ہے کہ " حضرت یحیی ابن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالے کہتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا ! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں : فرمایا ! عند علم ابی حنیفہ ، علم ابوحنیفہ کے نزدیک ! اس روایت سے تو یہ بھی مترشح ہے کہ ابوحنیفہ کنیت حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی عطا فرمودہ ہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم نے حضور کے ارشاد کو کنیت کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے استعمال کیا اور آج اسی سے معروف ہیں ، جیسے ابوہریرہ ، ابوتراب وغیرہما۔

شارح تحفہ نصائح تحریر کرتے ہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا " سیاتی من بعدی رجل یحیی السنۃ ویمیت البدعۃ و ھو نعمان بن ثابت ، میرے بعد عنقریب ایک ایسا آدمی آئے گا جو سنت کو زندہ

اور بدعت کو ختم کرے گا اور وہ نعمان بن ثابت ہے۔

نیز ارشاد ہے" سیاتی من بعدی رجل یعرف و یکنی بابی حنیفۃ و ھو سراج امتی : عنقریب میرے بعد ایک ایسا آدمی آئے گا جو ابو حنیفہ کی کنیت سے معروف ہوگا اور وہ میری امت کا آفتاب ہے۔

تعلیم :- حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابتدائی ، ضروری تعلیم کے بعد تجارت کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔ مگر زہد و تقویٰ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا پھر آپ گوشہ نشینی کی راہ پر گامزن ہوئے تو خواب میں سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اے ابو حنیفہ! اللہ تعالےٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے لہٰذا دنیا سے کنارہ کشی مت اختیار کرو۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے تو ایک دن خواب دیکھا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس کو کھود رہے ہیں ، .... بیدار ہوئے تو پریشان تھے ، تعبیر دریافت کی تو معبّر نے کہا یہ خواب بہت مبارک ہے تجھے احادیث صحیحہ کی معرفت تامہ حاصل ہوگی اور غیر صحیح احادیث کو الگ کر دے گا۔

ادھر امام شعبی نے آپ کو حصول علم کی ترغیب دی ، تو ہمہ تن اسی میں مشغول ہوئے۔ چونکہ فکرِ معاش سے بے نیاز تھے اس لیے بڑی دلجمعی اور اطمینان قلبی سے تمام علوم و فنون حاصل کیے آپ نے چار ہزار اساتذہ سے استفادہ کیا اور فقہ کو مدون کر کے امام اعظم کے لقب سے شہرت دوام پائی۔

یوں تو آپ کو تمام شیوخ و اساتذہ سے محبت تھی مگر حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بے پناہ مؤدت تھی، دس۱۰ برس تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کے تلامذہ میں سے آپ کے سوا کسی کو سامنے بیٹھنے کی تاب نہ تھی اور انہیں آپ کی ذہانت و فطانت اور قابلیت پر اتنا اعتماد تھا کہ ایک موقع پر وہ آپ کو اپنی جگہ بٹھا کر باہر گئے، آپ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے، ایسے مسائل بھی سامنے آئے جو آپ نے استاذ صاحب سے نہیں سنے تھے۔

جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو آپ نے ساٹھ مسائل مع جواب آپ کی خدمت میں پیش کیے، استاذ صاحب نے چالیس۴۰ سے اتفاق کیا اور بیس۲۰ سے اختلاف، جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے قسم کھائی کہ ساری زندگی استاذ کی خدمت میں حاضر رہوں گا، چنانچہ حضرت حماد کے وصال تک ساتھ رہے، جو آپ کی حاضری سے لے کر اب تک کل اٹھارہ۱۸ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

یہ محبت یکطرفہ نہیں تھی بلکہ آپ کے استاذ حضرت حماد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھی اپنے اس جوہر قابل حضرت امام اعظم سے نہایت درجہ الفت تھی۔ چنانچہ حضرت حماد کے صاحبزادے اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک بار والد ماجد سفر پہ گئے، کچھ دن باہر رہ کر واپس آئے تو میں نے عرض کیا! اباجان! آپ کو سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق ہے کہا! حضرت ابو حنیفہ کو! بیٹے کا گمان تھا والد ماجد میرا نام لیں گے۔ مگر والد ماجد نے مزید فرمایا، اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں، تو یہی کرتا ؎ چہ حسنت آنکہ در یک دم رخت را صد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بارِ دگر بینم

شرفِ تابعیت : صحابیت کے بعد تابعیت سے بڑھ کر کوئی مقام و مرتبہ نہیں اور شرف اعلیٰ ائمہ مجتہدین میں صرف

آپ کو حاصل تھا، تابعی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جس نے رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو دولتِ ایمانی کے ساتھ دیکھا ہو اور اس بات پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا ہے اور ان سے ملاقات ثابت ہے۔ کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس کے بعد بارہ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

حدائق حنفیہ میں ہے کہ آپ بیس صحابہ سے زیادہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، کئی ایک کی زیارت کی اور بعض سے حدیث کو سماعت کیا۔ امام قسطلانی شافعی علیہ الرحمۃ نے امام اعظم کو تابعین کے زمرہ میں ذکر کیا ہے، تعلیق المجد میں منقول ہے کہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن حجر میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھی پس بلا شبہ آپ طبقۂ تابعین میں سے ہیں۔

حضرت امام عسقلانی شارح بخاری نے کہا کہ تحقیق ابو حنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ شرح سفر السعادۃ میں فیصلہ کن انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ واقع میں یہ بات عقل سے بہت بعید ہے کہ امام کے زمانے میں اصحاب رسول اللہ موجود ہوں اور آپ ان کی ملاقات کا قصد نہ کریں حالانکہ اصحاب کا موجود ہونا اور امام کا ان شہروں میں جانا جہاں اصحاب تھے ثابت ہے اور امام کی زندگی سے بیس ۲۰ سال کی مدت اصحاب کے زمانہ میں گزری کیونکہ سو برس کے آخر تک صحابہ کا وجود ثابت ہے پس اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہیں کہ امام نے ایک جماعت صحابہ کو پایا۔

یہ بات عقل سلیم کبھی باور نہیں کرے گی کہ آپ نے صحابہ کا زمانہ پایا ہو اور ملاقات

وزیارت کی خواہش پیدا نہ ہوئی ہو جب کہ مخبرِ صادق کا ارشاد ہے طوبیٰ لمن رأی ولمن رأی من رأنی۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنے شہر ہی میں صحابہ موجود ہوں اور پھر بے اعتنائی کریں کہ اتنے عرصہ میں ایک مرتبہ بھی ان کی خدمت میں مشرف نہ ہوں، نیز آپ کے والد ماجد بھی خدمتِ صحابہ میں نہ لے گئے ہوں، حالانکہ علاوہ نعمتِ تابعیت کے، قرنِ اوّل سے آج تک لوگوں کا دستور رہا ہے کہ اپنی اولاد کو دعائے برکت کے لیے صلحا کے پاس ضرور لے جایا کرتے ہیں، جیساکہ امام اعظم کے والد ماجد ثابت کو ان کے باپ دعائے برکت کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ لہٰذا یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ امام کو رویتِ صحابہ کے باعث تابعیت کا شرف نصیب تھا، حاسد اور متعصب یا جاہل کے سوا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

آپ کی آٹھ صحابہ کرام سے ملاقات متحقق ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، موخر الذکر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے جن کا وصال سنہ ۱۱۰ھ میں ہوا جبکہ امام ابو حنیفہ نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ پہلا حج ۹۶ھ میں کیا، چونکہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں پچپن ۵۵ حج کیے تو یقیناً حضرت ابوالطفیل کی حیاتِ مبارکہ میں چودہ پندرہ بار حج وزیارت کے لیے آنا ہوا، تو بلاشبہ انکی خدمت میں متعدد بار حاضری کا شرف نصیب ہوا

عبادت وریاضت :-

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں کوفہ پہنچا تو اہل کوفہ سے دریافت کیا یہاں سب سے زیادہ پارسا کون ہے، لوگوں نے کہا ابو حنیفہ۔ انہیں

کا قول ہے کہ ماراَیت احداً اورع من ابی حنیفۃ "میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا۔

حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے زمانہ میں کوئی آدمی مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

ابو مطیع کا بیان ہے کہ میں قیام مکہ مکرمہ میں، رات کی جس گھڑی میں بھی طوف کو گیا حضرت ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔

شب بیداری و قرآن خوانی :

حضرت یحییٰ بن ایوب زاہد کا قول ہے کہ کان ابوحنیفہ لاینام اللیل، حضرت ابوحنیفہ شب بیدار تھے، حضرت عمرو کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ رات کی نماز میں ایک رکعت میں مکمل قرآن ختم کر دیتے تھے اور ان کی گریہ زاری سے پڑوسیوں کو رحم آتا تھا، انہیں کا قول ہے کہ جہاں امام اعظم کا وصال ہوا اس جگہ پر آپ نے سات ہزار قرآن کریم ختم کیے تھے۔

حضرت مسعر بن کدام کا قول ہے کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنائی دی، جس کی شیرینی دل میں اثر کر گئی، جب ایک منزل ختم ہوئی تو مجھے خیال ہوا، اب رکوع کریں گے، مگر انہوں نے ایک تہائی پڑھا، اسی طرح پڑھتے رہے حتیٰ کہ ایک ہی رکعت میں قرآن کریم ختم فرمالیا، میں نے جب قریب جاکر دیکھا تو وہ ابوحنیفہ تھے۔

خوفِ خدا :

یزید بن الکمیت وکان من خیار الناس، جو برگزیدہ لوگوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحنیفہ کے دل میں اللہ تعالےٰ کا شدید خوف تھا، ایک رات امام نے عشاء کی نماز میں سورہ اذا زلزلت پڑھی، ابوحنیفہ جماعت میں تھے، جب نماز ختم کر کے آدمی چلے گئے تو

میں نے دیکھا ابوحنیفہ فکر میں غرق ہیں، تنفس جاری ہے، میں نے دل میں کہا چپکے سے چلا جاؤں تاکہ ان کے شغل میں خلل نہ آئے چنانچہ میں قندیل روشن چھوڑ کر چلا آیا۔ اس میں تیل کم تھا، طلوع فجر کے وقت جب میں پھر آیا تو دیکھا ابوحنیفہ اپنی ڈاڑھی پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ اے ذرہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور اے ذرہ بھر برائی کا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمان کو آگ سے اور اس کے عذاب سے بچا ہو اور اپنی رحمت کی فضا میں داخل کیجئو۔ میں نے اذان دی آکر دیکھا تو قندیل روشن تھی اور وہ کھڑے تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا قندیل لینا چاہتے ہو۔ میں نے کہا صبح کی اذان دے چکا ہوں۔ آپ نے کہا جو دیکھا ہے اسکو چھپانا۔ یہ کہہ کر صبح کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک ہوئے ہمارے ساتھ صبح کی نماز اول شب کے وضو سے پڑھی۔

حسن سلوک: حضرت قیس بن ربیع کا بیان ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پرہیزگار، فقیہ اور محسود خلائق تھے ان کے ہاں جو بھی کوئی حاجت مند جاتا اس کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کرتے، بھائیوں کے ساتھ بکثرت احسان فرماتے۔ مال تجارت بغداد بھیجتے، اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ، محدثین کے لیے ضرورت کی چیزیں خریدتے، خوراک، لباس، غرضیکہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور جو روپیہ بچتا وہ نقد جملہ سامان کے ساتھ یہ کہہ کر ان کی خدمت میں بھیجتے کہ "انفقوا علی حوائجکم و لاتحمدوا الا اللہ فانی ما اعطیکم من مالی شیئاً ولا کن من فضل اللہ علیّ فیکم وھذا ارباح بضائعکم" اس سے اپنی ضرورتیں پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعریف نہ کرو، اس لیے کہ میں نے اپنے مال میں سے تمہیں کچھ نہیں دیا، یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جو تمہاری وجہ سے مجھ پر ہوا، یہ تمہاری قسمت کا نفع ہے، یہ وہ فیض ہے جو اللہ تعالےٰ میرے ہاتھوں تمہیں پہنچاتا ہے: اور یہ ظاہر

بات ہے کہ جو اللہ تعالےٰ بخشے اس میں دوسرے کی قوت کا کیا دخل ہو سکتا ہے"۔

○ حضرت امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ آپ ہر سائل کی حاجت پوری فرماتے تھے، اور درباری عطیات سے ہمیشہ بچتے رہے۔ خلیفہ منصور نے انہیں مختلف اوقات میں تیس ہزار درہم دیے، انکار میں برہمی کا اندیشہ تھا، آپ نے فرمایا امیرالمؤمنین میں بغداد میں غریب الوطن ہوں، اجازت دیجئے کہ خزانۂ شاہی میں یہ رقم میرے نام سے جمع ہوتی رہے۔ منصور نے منظور کیا، وفات تک یہ رقم خزانے میں رہی، بعد وفات جب منصور نے یہ حال سنا اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کی حفاظت میں لوگوں کے پچاس ہزار درہم امانت کے تھے جو بعد وفات بجنسہٖ واپس دیئے گئے تو اس نے کہا ابوحنیفہ میرے ساتھ چال چل گئے۔

○ آپ کی امانت داری بھی مسلم تھی، حضرت وکیع کا قول ہے کہ کان و اللہ ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان فی قلبہ جلیلا وکبیراً"، خدا کی قسم ابو حنیفہ بڑے امین تھے، اللہ تعالےٰ کی جلالت وکبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی، جب وہ اپنے بال بچوں کے کپڑے بناتے تو قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے اور جب وہ خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر علما، مشائخ عظام کے لیے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا اول اپنی خوراک کی مقدار سے دونا نکال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔

معاملات میں صفائی وایمانداری اس واقعہ سے معلوم ہو رہی ہے کہ ایک بار کپڑے کے تھانوں میں سے ایک تھان میں نقص تھا اپنے شریک حفص کو ہدایت کی کہ جب یہ تھان بیچو تو اس کا عیب جتا دینا۔ وہ بھول گئے سارے تھان بک گئے یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا، جب امام صاحب کو معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔

اوصافِ کمالیہ : حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سفیان ثوری سے کہا اے ابوعبداللہ! حضرت ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر دور بھاگتے ہیں۔ میں نے کبھی ان کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا! واللہ ابوحنیفہ کی عقل اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ اپنی نیکیوں پر ایسی بلا مسلط کریں جو ان کو تباہ کر دے۔

حضرت علی بن عاصم کا بیان ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو اس کا پلہ بھاری ہوگا۔

حضرت خارجہ بن مصعب نے ایک موقع پر امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذکر کے سلسلہ میں کہا میں نے ایک ہزار علماء دیکھے ان میں تین چار عاقل پائے ان میں سے ایک ابوحنیفہ ہیں۔

یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے بہت سے آدمی دیکھے مگر کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل زیادہ فاضل اور زیادہ پارسا نہیں پایا۔

محمد بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ کی عقل ان کے کلام، ارادہ اور نقل وحرکت سے عیاں ہوتی تھی۔ کان ابوحنیفۃ یتبین عقلہ من منطقہ ومشیتہ ومدخلہ ومخرجہ :

ایک بار حضرت امام اعظم خلیفہ منصور کے پاس گئے آپ کے مخالف حاجب ربیع نے کہا ابوحنیفہ حاضر ہیں جو خلیفہ کے دادا عبداللہ بن عباس کی مخالفت کرتے تھے ان کا قول تھا کہ قسم کھا کر انسان اگر ایک دو دن کے بعد استثناء کر دے تو جائز ہے، یہ کہتے ہیں کہ نہیں، وہی استثناء جائز ہوگا جو قسم کے ساتھ ساتھ کیا جائے امام اعظم نے فرمایا: امیر المومنین! ربیع کا خیال فاسد یہ ہے کہ آپ کی فوج پر آپ کی بیعت کی پابندی نہیں۔ اس لیے کہ وہ آپ کے سامنے عہد کرتے

ہیں اور گھر جا کر استثناء کر لیتے ہیں لہٰذا بیعت کا حلف باطل ہو جاتا ہے، منصور یہ سن کر ہنس پڑا اور کہا ربیع! ابو حنیفہ کے مُنہ مت لگ، باہر نکل کر ربیع نے شکایت کی کہ تم نے تو میرا خون ہی بہا دیا تھا۔

امام اعظم نے کہا تم نے میرے قتل کا سامان کیا تھا۔ میں نے تمہیں بھی بچایا اور اپنی بھی جان بچائی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ حضرت حسن بن عمارہ کو میں نے امام ابو حنیفہ کی رکاب تھامتے یہ کہتے ہوئے سنا۔ واللہ۔ ہم نے کوئی انسان نہیں دیکھا جو فقہ میں آپ سے زیادہ بالغ النظر ہو، زیادہ صابر ہو یا زیادہ حاضر جواب ہو۔ آپ اپنے وقت کے مسلّم پیشوا ہیں اور جو آپ پر معترض ہیں وہ حاسد ہیں۔

حضرت زائدہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی، آدمی نماز پڑھ کر چلے گئے آپ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں، حالانکہ تنہائی میں، میں ایک مسئلہ ان سے پوچھنا چاہتا تھا، آپ کھڑے ہو کر نوافل میں قرآن پڑھنے لگے میں انتظار میں سنتا رہا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، آپ پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے

: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ :

تو اس آیت کو بار بار دہرانے لگے اور اسی آیت کی تکرار میں صبح ہو گئی یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان دے دی۔

زیارت حبیب و خلیل

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تعالےٰ رقم فرماتے ہیں کہ

"حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت نوفل بن حیان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وفات پائی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور مخلوقات حساب وکتاب کے مقام پر حاضر ہے۔

حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ حوض کوثر پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کے بائیں جانب بہت سے مشائخ حاضر ہیں ایک معمر بزرگ کو دیکھا جو بہت خوبصورت ہیں۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اپنا رخسار حضور کے رخ اقدس پر رکھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی حضرت نوفل بن حیان کھڑے ہیں، انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا، میری طرف آئے اور سلام فرمایا۔ میں نے ان سے پانی طلب کیا تو انہوں نے کہا ساقی کوثر سے اجازت لے لوں۔ معاً نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ فرماکر پانی دینے کا حکم دیا، میں نے پانی پیا اور جو میرے ساتھی تھے انہیں پلایا، مگر وہ پیالہ جس سے پانی ملا تھا بدستور بھرا رہا، کچھ کم نہ ہوا۔

میں نے حضرت نوفل سے پوچھا یہ سفید بالوں والے بزرگ جو حضور کے دائیں جانب کھڑے ہیں کون ہیں؟ فرمایا! یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور بائیں جانب جو کھڑے ہیں وہ صدیق اکبر خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اسی طرح میں پوچھتا رہا اور اپنی انگلیوں پر گنتا رہا حتیٰ کہ سواہ بزرگوں کو میں نے گنا جب بیدار ہوا تو سواہ عدد پر میری انگلی میں گرہ کے نشان تھے۔

نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم : حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کہتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلیٰ اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا، یا رسول اللہ، این اطلبلک قال عند علم ابی حنیفۃ : میں حضور کو کہاں تلاش کروں ؟ فرمایا ابو حنیفہ کے علم کے پاس

داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا خواب :

اولادِ اولیا، حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری لاہوری رحمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں کہ " میں ایک بار شام میں حضرت بلال مؤذنِ رسول اکرم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سرہانے سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں پایا، اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک بزرگ معمر کو اپنے پہلو میں اس طرح لے رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں۔

میں فرطِ محبت سے دوڑا اور حضور کے پائے اقدس کو چومنے لگا اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ معمر شخص حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتنے محبوب کیوں ہیں، معاً حضور میرے تعجب کو نورِ نبوت سے بھانپ گئے، مجھے فرمانے لگے یہ تیرا اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے، یعنی ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

مجھے اس خواب کے بعد اس ہستی پاک کے ساتھ قوی امید ہے اور میرے شہر والے بھی بالخصوص امید وار ہیں، اس خواب سے میرا یہ بھی خیال صحیح ہو گیا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہی پاک ہستیوں میں سے تھے جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی و قائم ہیں اس لیے کہ انہیں چلانے والے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ اگر آپ خود چلتے تو باقی الصفت ہوتے، باقی الصفتہ یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب اور جب حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کے قائد ہیں تو فانی الصفتہ ہوئے اور

بنی صفتِ بقا سے قائم ہے یہی وجہ کہ پیغمبر سے صدورِ خطا نا ممکن ہے اور جو اس ذات کے ساتھ قائم ہے اس سے بھی خطا نہیں ہوسکتی، یہ درحقیقت ایک نہایت لطیف رمز ہے۔

امام المسلمین :

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جب مدینہ منورہ پہنچے اور آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے آپ نے عرض کیا!

السلام علیک یا سید المرسلین

تو روضۂ انور سے جواب آیا

وعلیک السلام یا امام المسلمین،

گویند ہر گاہ بطوافِ روضۂ منور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میر فتے گفتے السلام علیک یا رسول اللہ، جواب آمدے وعلیک السلام یا امام المسلمین،

کہتے ہیں کہ آپ جب بھی روضۂ منورہ پر حاضری دیتے اور سلام عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ تو روضۂ انور سے آواز آتی وعلیک السلام یا امام المسلمین : اے مسلمانوں کے امام تجھ پر بھی سلام ہو

قرآن کریم میں ہے :

اذا جاءك الذين يؤمنون بِاٰيٰتِنَا فقل سلام عليكم :

اے میرے حبیب، جب بھی میری آیات پر ایمان رکھنے والے آپ کے دربار میں حاضر ہوں تو آپ انہیں السلام علیکم کہیئے۔ خوش بخت ہیں وہ حضرات جو قرآن کریم پر صحیح ایمان رکھتے ہوئے بارگاہِ رسول کریم میں حاضر ہوتے ہیں اور

اللہ تعالےٰ، یارسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے سلام کی نعمت عظمیٰ سے نوازے جاتے ہیں مگر ان کی فیروز بختی کا کیا کہنا جو اپنے کانوں سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک سماعت کرتے ہیں اور یہ سعادت بدرجہ اتم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل تھی

بصیرت و فراست :

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالےٰ فتاوی رضویہ جلد اول میں مختلف مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

کہ "اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں، امام شعرانی شافعی اپنے مرشد ارشد حضرت سید علی خواص شافعی سے راوی ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کشف کے سوا کسی کے علم کی رسائی وہاں تک معلوم نہیں ہوتی، فاضل بریلوی مزید رقم فرماتے ہیں کہ "امام اہل مشاہدہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ،، ماء مستعمل نجاست غلیظہ ہے، کیونکہ وہ اسے ان کی گندگیوں سے لتھڑا ہوا دیکھتے تھے، تو انہیں اس حکم کے سوا کیا گنجائش ہوتی، آدمی آنکھوں سے دیکھی بات کیسے رد کر دے، امام عبد الوہاب قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سید علی خواص شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک باریک ہیں، قریب ہے کہ ان پر مطلع نہ ہوں مگر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ ؛

امام اعظم لوگوں کے آب وضو کو دیکھتے تو ان کے گناہوں کو بعینہٖ پہچان لیتے جو دھل کر پانی میں گرتے اور جدا جدا جان لیتے کہ یہ دھوون گناہ کبیرہ کا ہے یا صغیرہ کا - نیز فرمایا ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے، ایک جوان وضو کر رہا تھا اور اس کا پانی جو ٹپکا، امام ابو حنیفہ کی اس پر

نظر پڑی تو فرمایا! بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر، چنانچہ اس نے اپنے والدین کی ایذا رسانی سے توبہ کی، ایک اور شخص کا غسالہ (غسل کا بہتا ہوا پانی) دیکھ کر فرمایا! بھائی زنا سے توبہ کر، اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں! ایک شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا! شراب پینے سے توبہ کرو، وہ تائب ہوا۔

حاضر جوابی :

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دینِ مبین اس شخص کے بارے کیا حکم دیتا ہے جو کہتا ہے :

○ خدا کا مجھے ڈر نہیں ○ دوزخ کا کوئی خوف نہیں ○ بہشت سے کوئی توقع نہیں رکھتا ○ یہودیوں اور عیسائیوں کے قول کو سچا جانتا ہوں ○ بغیر ذبح کیے گوشت کھاتا ہوں ○ بلا رکوع و سجود نماز پڑھتا ہوں ○ فتنہ کو دوست رکھتا ہوں ○ جھوٹ سے مجھے محبت ہے ○ حق سے مجھے نفرت ہے ○ کیا وہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟

جن علماء کے سامنے یہ استفتاء پیش ہوا انہوں نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا اور کہا کہ اس میں کوئی بات مسلمانوں والی نہیں، مگر جب یہی مسئلہ امام اعظم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے بغور ملاحظہ فرماتے ہی جواب دیا کہ میرے نزدیک ایسا شخص پکا مسلمان ہے اور اس کی ان باتوں سے مراد یہ ہے :

○ ہمیشہ ظالم کے ظلم کا ڈر ہوتا ہے چونکہ وہ شخص خدا کو ظالم نہیں سمجھتا، عادل سمجھتا ہے اس لیے وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر نہیں ○ دوزخ کو مضر بالذات نہیں سمجھتا اس میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ خدا کے حکم سے ہوتی ہے اس لیے وہ کہتا ہے مجھے دوزخ سے کوئی خوف نہیں۔

○ بہشت چونکہ اپنے طور پر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا حکم الٰہی کے تابع ہے اس لیے وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے بہشت سے کوئی توقع نہیں۔ وہ خدا سے

توقع رکھتا ہے۔

○ یہودیوں کے قول قالت الیہود لیست النصاریٰ علی شیٔ، یعنی عیسائی کچھ نہیں اور عیسائیوں کے قول قالت النصاریٰ لیست الیہود علی شیٔ یعنی یہودی کچھ نہیں۔ ان دونوں کے اقوال کو جو ایک دوسرے کے حق میں کہتے ہیں وہ سچا سمجھتا ہے کہ واقعی وہ دونوں کچھ نہیں۔

○ بغیر ذبیحہ گوشت کھانے سے اس کی مراد مچھلی کا گوشت ہے۔

○ بغیر رکوع و سجود نماز پڑھنے سے اس کی مراد نماز جنازہ ہے۔

○ فتنہ کو دوست رکھنے سے اس کی مراد مال و اولاد کو دوست رکھنا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: انما اموالکم و اولادکم فتنۃ: تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔

○ جھوٹ سے محبت کرنے سے مراد دنیا سے محبت ہے کہ، الدنیا زور دنیا جھوٹی ہے۔

○ حق سے نفرت کرنے سے مراد موت سے نفرت ہے "جو حق ہے"۔

بہر حال وہ شخص مسلمان ہے اس میں کفر کی کوئی بات نہیں، سب علماء نے آپ کا یہ فیصلہ پسند فرمایا۔

ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح دوسرے شخص کے دو بیٹوں سے کیا، دوسرے روز دعوتِ ولیمہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دیگر علماء کرام کو بھی اس نے مدعو کیا، اسی اثناء میں لڑکیوں کا باپ بڑی پریشانی کے عالم میں علماء کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہم لوگ بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں کہ رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں بڑے کی دلہن چھوٹے کے ہاں اور چھوٹے کی بڑے کے کمرے میں غلطی سے چلی گئی، صبح غلطی کا علم ہوا، فرمایئے اب کیا ہو؟

حضرت سفیان نے کہا! کوئی مضائقہ نہیں وطی بالشبہ ہے دونوں بھائیوں پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہو گیا اور آج دونوں بہنیں اپنے اپنے خاوندوں کے پاس چلی جائیں۔ حضرت امام اعظم خاموش تھے۔ حضرت مسعر نے آپ سے کہا آپ فرمایئے سفیان نے کہا اس کے سوا اور کیا کہیں گے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا! میرے پاس دونوں لڑکوں کو لاؤ۔ چنانچہ دونوں لڑکے لائے گئے۔ آپ نے ہر ایک سے پوچھا۔ رات تم جس عورت کے پاس رہے ہو تم کو پسند ہے، دونوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور جس کے پاس جو عورت سوئی ہے وہ اسی کے ساتھ نکاح کرے۔ چنانچہ اسی جگہ ان دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور چونکہ اپنی بیوی سے کسی نے بھی صحبت نہیں کی تھی اس لیے عدت تو ان پر واجب ہی نہ تھی، اسی لیے اسی مجلس میں ان کا نکاح بھی ہو گیا۔

وصلل: کتاب جامع الاصول میں ہے کہ اگر ہم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرنا چاہیں تو دفاتر لکھنے کے باوجود اپنے اصل مقصد تک نہ پہنچ سکیں گے۔ آپ کے حق میں اقوال مختلفہ بیان ہو چکے، جن سے آپ کی جلالت قدر اور پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی پاکبازی پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالےٰ نے آپ کے ذکر کو تمام جہاں میں منتشر کر دیا ہے اور آپ کے علم سے زمین کو بھر دیا ہے، لوگوں نے آپ کے مذہب پر عمل کرنے اور آپکے قول و فقہ کی طرف رجوع کرنے کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کا اس میں کوئی مخفی راز نہ ہوتا اور رضائے الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو اہل اسلام آپ پر جمع نہ ہوتے اور آپ کی تقلید نہ کرتے نیز آپ کی رائے پر عمل کرنے اور آپ کے مذہب کی پیروی کرنے کے قریب نہ جاتے، آج تک یہ

عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے، یہ آپ کے صحتِ مذہب اور آپ کے عقیدہ کی صداقت کی دلیل ہے۔

بعہدِ خلیفہ منصور بغداد شریف بحالت قید وصال فرمایا۔ بوقتِ وصال سجدہ میں تھے، وصال کا باعث منصور کی طرف سے عہدہ قضا کو قبول نہ کرنا تھا، خلیفہ نے متعدد بار آپ کو قضا کے منصب پر فائز کرنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہر بار اعراض فرمایا حتیٰ کہ اس نے آپ کو قید کر دیا اور روزانہ دس درّے سزا دی جاتی۔ یہاں تک کہ آپ کا آب و دانہ بھی بند کر دیا گیا۔ دسویں روز آپ نے نہایت الحاح وزاری سے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: یا الٰہ العالمین! مجھے اپنی پناہ عطا فرما۔ اس دعا کے بعد آپ پانچویں روز خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اکثر مورخین کا بیان ہے کہ آپ ۲ شعبان المعظم سنہ ۱۵۰ھ کو اس دارِ فانی سے راہیٔ بقا ہوئے۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر سارا بغداد امڈ آیا۔ قید خانے سے باہر تشریف لائے تو قاضی حسن بن عمارہ نے غسل دیا، ابو رجاء عبداللہ بن واقدی الھروی نے پانی بہایا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو حضرت حسن نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اے ابو حنیفہ! آپ نے چالیس برس تک افطار نہ کیا چالیس برس تک رات میں پہلو پر آرام نہ کیا، واللہ آپ فقیہ اعظم تھے، سب سے بڑے عابد و زاہد تھے آپ میں تمام خوبیاں اللہ تعالےٰ نے جمع کر دیں تھیں، آپ نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے درجہ کو پہنچ سکیں۔ علامہ ابن حجر مکی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ علم کی رونق سنہ ۱۵۰ھ میں اٹھ جائے گی امام شمس الدین کردی نے فرمایا: اس حدیث سے مراد امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں کہ ان کا وصال سنہ ۱۵۰ھ میں ہوا۔

نماز جنازہ میں پہلی مرتبہ پچاس ہزار افراد شریک ہوئے، لیکن لوگوں

کی آمد کا سلسلہ بدستور جاری رہا حتیٰ کہ چھ مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مقبرہ خیزران جو عباسی خاندان کے خلفاء کے لیے مخصوص تھا اس میں آپ کو دفن کیا گیا۔ خیزراں ہارون رشید کی والدہ کا نام تھا یہ قبرستان اسی سے منسوب تھا۔

آپ کے وصال پر تابعین و تبع تابعین، محدثین و فقہاء علماء، ائمہ کرام خاص و عام نے بڑے غم والم کا اظہار کیا۔ محدث ابن جریج جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے جب انہوں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو پکار اٹھے! آج سب سے بڑا عالم جاتا رہا۔ شعبہ بن الحجاج جو آپ کے شیوخ میں سے تھے فرمانے لگے! آج کوفہ میں اندھیرا چھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جو آپ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوئے قبر پر حاضر ہوئے اور نہایت رقت کے عالم میں کہا! اے ابوحنیفہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر رحمت فرمائے ابراہیم نے وصال فرمایا تو اپنا جانشین چھوڑ گئے افسوس کہ آپ گئے ہیں تو تمام دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہ چھوڑا۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دفن کے بعد تین راتیں یہ آواز سنائی دیتی رہی۔
ذهب الفقه فلا فقيه لكم فاتقوا الله وكونوا خلفا .. مات نعمان
فمن هذا الذى يحيى الليل اذا ما استجفا: یعنی فقہ رخصت ہو گئی اور تمہارے لیے کوئی فقیہ نہیں۔ پس اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور ان کی نیابت اختیار کرو۔ افسوس! نعمان وصال کر گئے اب کون شخص ہے جو رات کو زندہ رکھے گا جب وہ تاریک ہو جاتی ہے۔

مزار مبارک: حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مزار مبارک شرف الملک ابوسعد محمد بن منصور خوارزمی نے ۴۵۹ھ میں تعمیر کرایا اور ایک نہایت خوبصورت بلند و بالا گنبد بنوایا۔ جب تعمیر کے مراحل طے ہوتے تو ابوسعد بڑی شان و شوکت سے اعیان و ارکان دولت کو ساتھ

ے کر حاضر ہوا، اس وقت ابو جعفر مسعود بیاضی نے درج ذیل قطعہ تصنیف کیا۔

الم تران العلم کان مبددا مجمعه هذا المغیب فی اللحد

کذلک کانت هذا الارض میتة فانشرها فعل العمید ابی سعد

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے سفر نامہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس سے متعلق درج فرماتے ہیں "........سب سے پہلے ہم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف پر گئے جو محلہ باب الشیخ سے قریباً آٹھ کلو دور ہے دجلہ کے پل کے اسی طرف واقع ہے اس محلہ کا نام اعظمیہ ہے اور یہاں کے باشندوں کو اعظمین کہتے ہیں وقت مغرب قریب ہے، امام اعظم کا مزار پر انوار دیکھ کر حیرت ہوئی، لب سڑک کمان نما دیوار ہے تین کمانیں بہت شاندار ہیں اندر وسیع صحن ہے جس کے کنارے پر بہت شاندار ٹاور لگا ہے، جو بہت اونچا ہے۔ اس میں چو طرفہ گھڑیاں نصب ہیں جو دور سے نظر آتی ہیں دوسرے کنارے پر منارہ ہے جس پر گول دائرہ کی شکل میں ٹیوبیں نصب ہیں مینار کی کلغی پر نیلی ٹیوبوں سے بہت جلی حروف میں (کلمہ) اللہ بنایا گیا۔

اس دائرہ اور اس نقش کی روشنی سے دل منور، ایمان تازہ ہوتا ہے کئی دروازے طے کر کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار تک پہنچا ہوتا ہے مزار پر انوار کے ارد گرد چاندی کا کٹہرا ہے جس میں امام اعظم کی قبر شریف ہے یہ قبر انور جس حال میں ہے وہ کمرہ بہت وسیع اور نہایت خوبصورت ہے کیوں نہ ہو! یہ امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامۃ امام اعظم کا مزار عالی ہے۔ یہ مزار قبولِ دعا کے لیے اکسیر ہے اس مزار پر حضرت امام شافعی اپنی حاجت روائی کے لیے آتے رہے، قبر انور میں ایسی جاذبیت ہے کشش ہے کہ وہاں پہنچ کر ہٹنے کو دل نہیں

کرتا۔ زائرین کا ہجوم لگا رہتا ہے کسی عالم کی قبر اس قدر شاندار اور مرکزِ انوار مرجع خلائق میں نے نہ دیکھی تھی۔ فاتحہ پڑھی، وقت کم تھا بادل نخواستہ بعد دعا و فاتحہ روانہ ہوئے، برابر میں بائیں جانب ایک بڑا قبرستان ہے اس کے آخری کنارہ پر حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا مزار شریف ہے وہاں فاتحہ پڑھی فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ امام اعظم کے مزار شریف سے مغرب کی اذان ہوئی، ہم جلد ہی امام اعظم کے مزار پر پھر پہنچے۔ الحمدللہ باجماعت نماز پڑھی، بہت بڑی بڑی سات صفیں تھیں سب نمازی حنفی تھے بعد مغرب ہم دجلہ کے پل پر گئے اس پل کو اب جسرِ ائمہ کہا جاتا ہے، (سفرنامے ص ۱۰۹)

عجیب اتفاق : اہل سنت وجماعت کی دو جلیل القدر شخصیتیں سیدنا امام اعظم اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی شہرت کا آفتاب ہر زمانہ میں نصف النہار پر چمکتا آرہا ہے دونوں کا خاندانی تعلق حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ علی الترتیب ایک حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں تو دوسرے حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح عظیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ہیں اور دونوں ہی شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت میں امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہادی ورا ہنما ہیں اور جن دو محلوں میں آسودۂ خاک ہیں اس خطہ کا نام کاظمین یعنی اعظمین شریفین ہے۔ تاریخ کا یہ بھی کارنامہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا پیدائشی وطن عراق (بابل) اور شہر بغداد ہے جسکو اسوقت اُر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان پاک ہستیوں کے فیوض وبرکات سے ہمیشہ نوازتا رہے اور صراط مستقیم کے ان رہنماؤں کے نقش قدم پر سدا گامزن فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین۔

تابش قصوری

محمد منشاء تابش قصوری

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ

خواجۂ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ ظاہری تک جمیع علوم و عرفان کا مصدر و منبع رہے اور تمام مسائلِ زندگی کا حل قرآن کریم اور اپنے ارشاداتِ عالیہ (وحی غیر متلو) سے فرماتے رہے۔ حضور کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرآن و حدیث مصطفیٰ اور اپنی لامحدود قوتِ تفقہ سے زندگی کے مسائل کی الجھنوں کو سلجھاتے رہے بالخصوص سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے فقہ کے میدان میں خوب خوب جوہر دکھائے اور افضل ترین فقہائے امت میں شمار ہوئے، پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور فتوحاتِ بلاد ممالک میں اضافہ ہوتا گیا وہاں کے ماحول و حالات سے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے جنہیں زیادہ تر قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حل کیا جانے لگا، پھر مسائل میں کچھ پیچیدگیاں نظر آئیں تو علمائے فقہ بالخصوص سیدنا امام اعظم، سیدنا امام مالک، سیدنا امام شافعی اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے ایسے مسائل کا حل ڈھونڈا اور امتِ مسلمہ کی حلال و حرام کے معاملات میں خوب رہنمائی فرمائی۔

ان حضرات میں سب سے زیادہ فقہ اور قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ کے عین مطابق مذہب حنفی ہے جس کے بانی حضور سیدنا امام الائمہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ دنیا کے افقہ ترین انسان تھے جنہیں مشرق و مغرب کے فقہاء نے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مغرب کے مشہور ترین اہل علم ہالن HOLLAND، ون فیلڈ

WIN FIELD اور سامن SALMOND نے آپ کی بے مثال فقاہت، ذہانت و فطانت کے پیشِ نظر آپ کو حلال و حرام کے معاملے میں انسانیت کا سب سے بڑا محسن قرار دیا ہے اور آپ کی قوتِ فیصلہ کی بے پناہ تعریف کی ہے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات خود تو مزرعِ امت کے لیے ابرِ کرم کی حیثیت رکھتی تھی لیکن آپ نے اپنے تلامذہ کو بھی اس قابل بنا دیا کہ وہ بھی کشتِ امت کی آبیاری کر سکیں۔ یوں تو حضرت کے تلامذہ ہزاروں ہیں لیکن یہاں ان مشاہیر کا ذکر کیا جائے گا جن کا تذکرہ کتبِ سیر میں بار بار اور تواتر کے ساتھ آتا ہے اور جنہوں نے دنیائے فقہ میں اپنی خداداد ذہانت و فطانت کے بل بوتے پر اپنا اور اپنے استاد کا لوہا منوایا۔ ذیل میں سیدنا امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایسے ہونہار اور نامور تلامذہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے جو فقہ اور علمِ حدیث کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت امام حمّاد رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشہ امامِ اعظم سیّدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام حماد بن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بلند پایہ فقیہ، تقویٰ و پرہیزگاری، فضل و کمال، علم و دانش اور جود و سخا میں اپنے والدِ ماجد کا عکسِ جمیل تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعلیم و تربیت نہایت اہتمام سے فرمائی۔ مشہور ہے کہ الحمد کے ختم پر آپ کے معلم کو ایک ہزار درہم عنایت فرمائے۔[1]

ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت امام حماد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حدیث و فقہ کی تحصیل والدِ ماجد سے کی[2] اور اس میں کمال مہارت پیدا کی جب امامِ اعظم نے اپنے اس لائق

---

۱ : الموفق بن احمد المکی ۵۶۸ھ : الامام : مناقب الامام الاعظم، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۲۱ھ، ص ۲۵۶

۲ : محمد حسین سنبھلی، ۱۳۰۵ھ : مولانا : تنسیق النظام فی مسند الامام، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ص ۱۳

اور ہونہار لختِ جگر کو علوم و فنون میں کامل پایا تو مسندِ افتاء پر متمکن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ نے نہ صرف فتویٰ نویسی کے اہم فریضہ کو ہی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا بلکہ تدوینِ کتبِ فقہ میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا اور حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر، حضرت امام حسن بن زیاد وغیرہ، ارشد تلامذہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے طبقہ میں شمار ہوئے۔

آپ نہایت متقی و متورع الںسان تھے جب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وصال فرمایا تو گھر میں لوگوں کی بہت سی امانتیں ایسی بھی تھیں جن کے مالک مفقود الخبر تھے، آپ نے وہ تمام مال واسباب امانتوں کی صورت میں قاضیٔ وقت کے سامنے پیش کر دیا۔ قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ ابھی اپنے پاس رہنے دیجئے، آپ امین مشہور ہیں اور بہتر طریقے سے اس کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر آپ نے قاضی سے اعتذار کرتے ہوئے تمام مال واسباب کی فہرست پیش کر دی اور ساتھ ہی فوری عملدرآمد کے لیے کہہ دیا تاکہ ان کے والدِ ماجد بریُ الذمہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب تک وہ امانتیں قاضی نے کسی اور کے اہتمام میں نہیں دیں۔ آپ نظر نہیں آئے تھے[2]

حضرت امام حماد نے اپنی عمر تعلیم و تعلّم میں صرف فرمائی۔ آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل نے تفقّہ کیا جن سے عمرو بن ذرّ، مالک بن مغول، ابن ابی ذئب اور قاسم بن معین وغیرہ جلیل القدر فقہا و محدثین فیض یاب ہوئے۔ حضرت امام اسماعیل بن حماد بن امام اعظم پہلے بغداد، بعدہٗ بصرہ اور پھر رقّہ کے قاضی مقرر ہوئے، احکامِ قضا، وقائع و نوازل میں ماہر باہر اور عارف بصیر تھے۔ محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] : فقیر محمد جہلمی، مولانا : حدائق الحنفیہ، مطبوعہ نول کشور لکھنو، ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء، ص ۱۱۵

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۱۱۶

کے زمانے سے آج تک کوئی قاضی اسمٰعیل بن حماد سے اعلم نہیں ہوا[1] آپ بعہد خلیفہ مامون الرشید ۲۱۲ھ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوئے۔ اسی فرزند ارجمند کے نام سے حضرت امام حماد نے ابواسمٰعیل کنیت پائی۔ حضرت امام حماد حضرت قاسم بن معن کی وفات کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ماہِ ذی القعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا قطب دنیا آپ کی ۱۷۶ھ تاریخ وفات ہے۔ آپ نے عمر، اسماعیل، ابوحیان اور عثمان چار صاحبزادے چھوڑے جو علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھے۔ تصانیف میں مسند الامام الاعظم آپ کی یادگار ہے۔[2]

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولادت ۹۵ھ مدینہ منورہ، وفات ۱۷۹ھ

آپ نے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مدینہ منورہ میں سب سے پہلے احادیث نبوی کا مجموعہ مدون کیا جو مؤطا امام مالک کے نام سے چار دانگِ عالم میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ آپ نے علمِ حدیث و فقہ حضرت نافع، محمد بن منکدر، امام زہری، امام اعظم اور دیگر تابعین و تبع تابعین سے سیکھا۔ آپ کے فیض یافتگان کی تعداد کا شمار ناممکن ہے جو تمام عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تشنگئ علم کا درماں کرتے۔ آپ کی خدمت میں حجاز، شام، عراق، خراسان، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس کے لوگ کشاں کشاں چلے آتے۔ حضرت ابن جریج، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت امام اوزاعی، حضرت امام شعبہ، حضرت یحییٰ بن یحییٰ اندلسی، حضرت لیث بن سعد، حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہم جو آسمانِ علم و فضل کے درخشندہ مہر و ماہ ہیں۔ ان سب کا آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتا ہے حضرت

---

[1]: حدائق الحنفیہ : ص ۱۴۵   [2]: تنسیق النظام فی مسند الامام : ص ۱۳

امام شافعی کا قول ہے لولا مالک وابن عیینۃ لذھب علم الحجاز. اگر امام مالک اور حضرت ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجازیوں کا علم نیست و نابود ہو جاتا۔ [1]

وضاحت :

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ بعض مؤرخین حضرات قلم کے زور سے حضرت امام مالک کو امام اعظم کے نہ صرف تلامذہ میں شمار نہیں کرتے بلکہ استاد کو شاگرد ثابت کرنے کے لیے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے نظر آتے ہیں. سیرۃ النعمان کے مصنف شبلی نعمانی [2] اور سیرت ائمہ اربعہ کے مرتب رئیس احمد جعفری [3] کو دیکھئے کس طرح حقیقت کو مسخ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، "وہ امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالک عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے ان کے حلقۂ درس میں اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں.

اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام اعظم کی کسرِ شان پر محمول کیا۔"

"صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین الخطیب نے "اکمال فی اسماء الرجال" کے باب ثانی میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالک کو سب سے پہلے ذکر کیا اور لکھا کہ میں نے امام مالک کا ذکر سب سے پہلے اس لیے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں۔" [4]

ملاحظہ کیجئے امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سیرۃ النعمان کا مصنف امام مالک کے حلقۂ درس میں اکثر دیکھتا ہے جیسے کوفہ اور مدینہ میں کوئی بُعد مسافت ہی نہ تھا یا اس کے نزدیک کوفہ مدینہ تھا اور مدینہ کوفہ تھا، بناً علیہ امام مالک کوفہ میں تھے یا امام اعظم مدینہ

---

[1] : سنت خیر الانام، پیر کرم شاہ، مولانا، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی (۱۹۷۱) : ص ۵۶

[2] : سیرۃ النعمان، شبلی نعمانی، مولوی، " " " : ص ۶۰

[3] : سیرت ائمہ اربعہ، رئیس احمد جعفری، مرتب، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور : ص ۳۶

[4] : سید احمد رضا بجنوری، مولانا، انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری، مطبوعہ مکتبہ ناشر العلوم دیوبند، ج ۱ : ص ۵۳

متوطن قرار دے چکے تھے ورنہ اکثر حاضری چہ معنی دارد؟ البتہ عمر کا تفاوت تسلیم ہے۔ اگر صاحبِ مشکوٰۃ کی طرح زمانہ کے اعتبار سے بھی مقدم سمجھ لیتے تو مسئلہ حل ہی ہو جاتا۔

ناظرین ان دو متضاد عبارتوں پر غور فرمائیں۔ سیرۃ النعمان کے مصنف نے تو اکثر حاضری ثابت کی مگر صاحبِ مشکوٰۃ نے امام مالک سے امامِ اعظم کو عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا۔

(۱) زمانہ کے تقدم و تاخر کو تو قارئین کرام خود دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امامِ اعظم مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ حضرتِ امامِ اعظم کا وصال ۱۵۰ھ ہے جبکہ امام مالک ۱۷۹ھ میں انتقال فرماتے ہیں۔

(۲) اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے تو بالاتفاق ائمۂ اسلام، امامِ اعظم نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہٰذا آپ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ امصار میں سے حاصل نہ ہوئی مثلاً امام اوزاعی امامِ بصرہ، ہر دو حماد امام کوفہ سفیان ثوری، امامِ مدینہ امام مالک اور امامِ مصر لیث بن سعد (یعنی ان سب جلیل القدر ائمہ امصار کو شرفِ تابعیت حاصل نہ ہوا جبکہ امامِ اعظم کو حاصل تھا) تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہوتا ہے یا تبع تابعین کا؟

پھر امامِ مالک کو علامہ ابنِ حجر مکی شافعی نے امامِ اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال ابن حجر و تلذ لہ کبار من الائمۃ المجتھدین والعلماء الراسخین عبد اللہ بن المبارك واللیث بن سعد والامام مالك بن انس انتھی[1] ومنھم داؤد الطائی وابراھیم بن ادھم وفضیل بن عیاض وغیرھم

---

[1] محمد منصور علی مرادآبادی، مولانا، الفتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ، ص ۲۹۶

من اکابر السادۃ الصوفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تو کیا مرتبہ استاد کا بڑا ہے یا شاگرد کا؟

(۳) امام اعظم سے امام مالک کی روایتِ حدیث پاک پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام اعظم کی روایت امام مالک سے مشکوک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم کی روایت امامِ مالک سے ثابت نہیں اور دار قطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں وہ محلِ نظر ہیں کیونکہ وہ بطورِ مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث بالقصد روایت نہ تھیں[۱]

(۴) حضرت امام مالک کا امامِ اعظم سے اس بات سے بھی تلمذ ظاہر ہوتا ہے کہ جب امامِ اعظم مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتے تو امام مالک آپ سے برابر استفادہ کرتے پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک ابوحنیفہ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور مستفید ہوتے۔ یہ بھی منقول ہے کہ امام مالک نے آپ کے ساٹھ ہزار مسائل سے فائدہ اٹھایا۔ نیز امام مالک کا تالیفی دور امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد شروع ہوا۔ اس لیے ان سے امام اعظم کے مستفید ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا ثابت ہوا کہ امام مالک حضرت امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حضرت امام مالک کی کنیت ابوعبداللہ، نام ونسب، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی اور لقب امام دار الہجرہ ہے۔ مولد و مدفن مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ پیدائش ۹۵ھ اور وفات ۱۷۹ھ ہے ایک بار حج کے بعد کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلے۔ آخر ہمیشہ کے لیے آغوشِ رحمت میں جگہ پائی[۲]۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

---

[۱]: انوار الباری، جلد ۱ : ص ۳۵

[۲]: احمد یار خاں نعیمی (۱۲۹۱ھ/۱۹۷۱ء)، مفتی، مرآت المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح اردو، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات جلد ۱ ص ۱۲

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولادت ۱۱۳ھ، کوفہ، وفات ۱۸۲ھ، بغداد

آسمان علم و فضل کے آفتاب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے عباسیہ کے عہد میں عالم اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات شریعت و معرفت، تقویٰ و طہارت، حدیث و فقہ کا روشن مینار تھی جس کی روشنی آج بھی انسانوں کو منزل بتا رہی ہے اور لاکھوں مسلمان اس روشنی سے راہ شریعت پر چل رہے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی یعقوب، کنیت ابو یوسف ہے جس سے آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی، قاضی القضاۃ کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ ولادت، علوم و معارف کے مرکزی شہر کوفہ میں ۱۱۳ھ مطابق ۷۳۱ء میں ہوئی [۱] ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے فقہ کو پسند کیا۔ پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی شاگردی اختیار کی، پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں آئے اور مستقل طور پر انہی سے وابستہ ہو گئے۔ والدین نہایت غریب تھے جو آپ کی تعلیم کو جاری نہ رکھنا چاہتے تھے جب حضرت امام اعظم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے نہ صرف آپ کے تعلیمی مصارف بلکہ تمام گھر والوں کے اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ حضرت امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امام اعظم سے اپنی ضروریات بیان کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوئی۔ وقتاً وقتاً خود ہی اتنا روپیہ بھیجتے رہتے کہ میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہو گیا۔ [۲]

آپ ذہانت کے بحر زخار تھے، آپ کی ذہانت و فطانت بڑے بڑے فضلائے

---

[۱]: محمد بن محمد بن شہاب کردری، ۸۲۷ھ، الشیخ الامام، مناقب الامام الاعظم عربی، مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۲، ص ۱۱۷

[۲]: مناقب کردری، محمد بن محمد بن شہاب، جلد ۲، ص: ۱۲۳

روزگار کے دلوں میں گھر کر گئی۔ حافظ ابن البر نے جو ایک مشہور محدث ہیں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف محدثین کے پاس حاضر ہوتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔

آپ کی قوتِ حافظہ کے بارے صاحب نور الانوار رقمطراز ہیں:

"امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کو بیس ہزار موضوع حدیث یاد تھی پس صحیح احادیث کے متعلق تجھے کیا گمان ہے۔[1]

یحییٰ بن معین ۲۴۸ھ حضرت امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ حضرت شیخ علی بن المدینی جو آپ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں آپ کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں آپ کا ہمسر نہ تھا[2] اور طلیحہ بن محمد کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے کوئی ان سے بڑھ کر نہ تھا، داؤد بن رشید کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صرف یہی ایک شاگرد ہی پیدا کیا ہوتا تو ان کے فخر کے لیے کافی تھا۔

حضرت امام ابو یوسف کو نہ صرف نقدِ حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، لغت، ادب اور علم الکلام وغیرہ علوم و فنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے، یہی وہ فطری ذہانت تھی جس نے چند سال کی مدت میں آپ کو سارے ہمعصروں میں ممتاز کر دیا اور علماء وقت آپ کے تبحر علمی اور جلالت فقہی کے قائل ہو گئے بلکہ خود حضرت امام اعظم آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے اور فرمایا کرتے میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ جس نے علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں۔[2]

---

[1] : شیخ احمد بن ابی سعید ابیٹھوی (۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) ملا جیون، نور الانوار شرح المنار، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص ۱۹۲

[2] : المنجد عربی، مطبوعہ بیروت، ص ۵۴۳؛ [3] : مناقب موفق، جلد ۲، ص ۲۳۳ ؛ [4] : المناقب کردری جلد ۲ ص ۱۲۶

قاضی القضاۃ

۱۶۶ھ مطابق ۷۸۳ء میں آپ بغداد تشریف لائے تو خلیفہ محمد المہدی بن منصور (۱۶۹ھ/۷۸۵ء) نے بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ ہادی بن مہدی بن منصور (۱۷۰ھ/۷۸۶ء) کے زمانے میں بھی اس عہدہ پر رہے۔ جب ہارون الرشید (۱۹۳ھ/۸۰۸ء) نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ لی تو اس نے تمام سلطنتِ عباسیہ کا آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کیا، یہ منصب جس پر حضرت امام ابو یوسف مامور کیے گئے۔ موجودہ زمانے کے تصور کے مطابق محض عدالتِ عالیہ (ہائی کورٹ) کے حاکمِ اعلیٰ کا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ وزیرِ قانون کے فرائض بھی اس میں شامل تھے بلکہ سلطنت کے تمام داخلی و خارجی معاملات میں قانونی رہنمائی کرنا بھی آپ کا کام تھا۔ مملکتِ اسلامیہ میں پہلا موقع تھا کہ یہ منصب قائم ہوا، اس سے پہلے کوئی شخص خلافتِ راشدہ، اموی یا عباسی سلطنتوں میں چیف جسٹس نہیں بنایا گیا بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی احمد بن داؤد[2] کے اور کسی کو یہ عہدہ نصیب نہیں ہوا[1]

عبادت

حضرت امام ابو یوسف باوجود عہدِ قضا اور علمی مشاغل کے عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امامِ اعظم کی خدمت میں انتیس سال حاضر ہوتا رہا اور میری صبح کی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی[3]۔ بشر بن ولید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف کے زہد و ورع، عبادت و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زمانہ قضا و وزارت میں بھی دو دو سو رکعتیں نوافل ادا کرتے تھے۔[4]

---

[1]: اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، مورخ، تاریخ اسلام ج۲، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص: ۲۴۳

[2]: یہ شخص معتزلی تھا اس نے خلق قرآن کے مسئلہ کو بڑی شد و مد سے اٹھایا اور بقول حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ بہت بری حالت میں مرا۔

[3]: حدائق الحنفیہ، ص ۱۱۷ [4]: مناقب کردری: ج۲، ص ۱۳۷

تلامذہ ؎ آپ کے شاگردوں میں حضرت امام محمد بن شیبانی، شفیق بن ابراہیم بلخی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت بشر بن الولید کندی، محمد بن سماعہ، معلّیٰ ابن منصور، بشر بن غیاث، علی بن جعدہ، یحییٰ ابن معین، احمد بن منیع وغیرہ محدثین کبار و فقہاء کرام آفتاب ماہتاب کی طرح درخشاں و تاباں نظر آتے ہیں ؎

وصال : ۵ ربیع الاوّل ۱۸۷ھ جمعرات کے روز ظہر کے وقت بغداد شریف میں علم و عرفان کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ مزار شریف احاطہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے شمالی گوشہ میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی یوں فرماتے ہیں :

ہے اس روضے کا بھی ذی شان سنگیں خوش نما گنبد
ہے چوبی جالیوں کے درمیاں آپ کا مرقد ؎

کسی نے قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے ؎

ابو یوسف آں زیبِ علم و عمل — فقیہِ معظّم، امامِ اجل
سعیدِ ازل بود بے شک ازاں — شدہ سالِ فوتش سعیدِ ازل ؎

تصانیف میں کتاب الخراج شہرۂ آفاق ہے۔

حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی رضی اللہ عنہ ولادت ۱۳۵ھ/۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ رے

حضرت امام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ، حدیث، لغت،

؎ دیکھئے حضرت امام اعظم کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف شفیق بن ابراہیم بلخی حضرت امام احمد بن حنبل کے استاذ ہیں

؎ عبد المصطفیٰ اعظمی، شیخ الحدیث، اولیاء رجال الحدیث، مطبوعہ انڈیا (۱۳۸۵ھ) ص: ۲۸

؎ محمد یعقوب الحسن ضیاء القادری بدیوانی (۱۲۹۵ھ/۱۹۷۰ء)، مولانا، جوار غوث الوریٰ، مطبوعہ کراچی ص ۴۲

؎ : حدائق الحنفیہ ! ص ! ۱۲۰

نحو اور حساب کے مسلّم امام تھے. فصاحت و بلاغت اور ادبیت میں عدیم النظیر ہوئے اصلی وطن دمشق کے قریب حرسا نامی ایک گاؤں تھا جسے آپ کے والدِ ماجد آپ کی پیدائش سے پہلے چھوڑ کر عراق کے ایک قصبہ واسط میں چلے آئے. یہیں ۱۳۲ھ ۷۴۹ء میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو و نما پائی.[۱]

آپ نے دو سال تک حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے درس لیا. امامِ اعظم کے وصال کے بعد حضرت امام ابو یوسف، حضرت مسعر بن کدام، حضرت سفیان ثوری، حضرت امام مالک، حضرت مالک بن دینار، حضرت امام اوزاعی، حضرت ربیعہ اور حضرت امام مالک بن مغول ایسے اکابر محدثین و فقہاء کرام سے کسب فیض کیا.[۲]

اپنے تعلیمی ذوق و شوق سے متعلق خود فرماتے ہیں کہ "مجھے طلبِ علم کا انتہائی شوق تھا. والدِ ماجد کی میراث سے مجھے تیس ہزار درہم ملے، پندرہ ہزار علمِ نحو، شعر، ادب اور لغت وغیرہ کی تعلیم و تحصیل پر خرچ کیے اور بقایا پندرہ ہزار درہم حدیث و فقہ کی تحصیل میں کام آئے".[۳]

عملی زندگی

تعلّم سے فارغ ہوئے تو کوفہ میں ہی مسندِ درس و تدریس پر جلوہ گر ہوئے اور شائقینِ علوم و فنون جوق در جوق چلے آئے. آپ کا درس اتنا پرکشش تھا کہ کثیر حاضری کے باعث کوفہ کی سڑکیں بھر جاتیں اس ابرِ کرم سے ایک زمانہ مستفیض ہوا اور جلیل القدر محدثین و فقہاء ملت نے آپ

---

[۱] مناقب کردری: ج ۲، ص ۱۳۰

[۲] ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) مولانا، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ: مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ص ۵۹ (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء)

[۳] حدائق الحنفیہ: ص ۱۳۹

کے سامنے زانوئے ادب طے کیا جن میں حضرت امام شافعی، حضرت ابو عبید القاسم بن سلام حضرت ابو حفص کبیر احمد بن حفص، حضرت محمد بن سماعہ، حضرت معلی بن منصور، حضرت ابراہیم بن رستم، حضرت ابو سلیمان جوزجانی، حضرت موسیٰ بن نصیر، حضرت اسمٰعیل بن توبہ، حضرت عیسیٰ بن ابان، حضرت ہشام بن عبید اللہ، حضرت محمد بن مقاتل اور شداد بن حکیم وغیرہ علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب بن کر دنیائے اسلام کو منور کرتے رہے۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت امام محمد نے تصانیف و تالیفات کی طرف بھی پوری توجہ مبذول رکھی۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے نو سو ننانوے ایسی کتابیں منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئیں کہ جن سے زمانہ آج تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ فقہائے احناف نے آپ کو محرر المذہب کے لقب سے اسی لیے ملقب کیا اور ان کتابوں کو فقہ حنفی کا مدار سمجھا جن میں مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات رقیات، کتاب الحج، سیر صغیر، سیر کبیر بہت مشہور ہیں۔

حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ حضرت امام محمد کی کتابوں کو دیکھ لیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ عیسائیوں کے ایک نامور فاضل نے جامع کبیر کو ملاحظہ کیا تو حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ حدائق الحنفیہ میں ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں امام محمد کی کتابوں کی بدولت فقیہ ہوا۔[1]

عہدہ قضاء اور وصال

خلیفہ ہارون الرشید جو علماء و مشائخ کا قدر دان تھا آپ کی جلالتِ علمی اور عظمتِ فقہی سے بھی بے حد متاثر ہوا۔ چنانچہ آپ کو بصد عجز و انکسار عرض کرنے لگا کہ آپ عہدۂ قضا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے رقہ کی مسندِ قضا کو سنبھالئے آپ نے اس پیشکش

---

[1] حدائق الحنفیہ ص: ۱۲۷

کو قبولیت کا شرف بخشا اور رقہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ کچھ مدت بعد بغداد چلے آئے۔ یہاں سے ہارون الرشید اپنے ساتھ رے میں لایا جہاں آپ نے ۱۸۹ھ میں وصال فرمایا۔ اتفاق سے اسی روز امام ابوالحسن علی المعروف کسائی نحوی بھی وہیں فوت ہو گئے۔ ہارون الرشید کو بڑا صدمہ ہوا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ آج فقہ اور نحو کو ہم نے "رے" میں دفن کر دیا، علامہ یزیدی جو کہ ایک مشہور شاعر اور ہارون الرشید کا وزیر تھا، بے اختیار پکار اٹھا ؎

فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا ۔ بایضاحہ یوما وانت فقید

" تو میں نے کہا جب تو نہ رہا تو ہمارے لیے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آئیگا؟"[۱]

حضرت امام زفر بن ہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولادت ۱۱۰ھ کوفہ۔ وفات ۱۵۸ھ بصرہ۔

فقہ میں صاحبین (حضرت امام یوسف و امام محمد) کے ہم مرتبہ مانے گئے حضرت امام ابوحنیفہ کے ان دس اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے کتب فقہ کی تدوین میں امام اعظم کی معاونت فرمائی۔ آپ عربی النسل تھے[۲] والدِ ماجد اصفہان کے رہنے والے تھے تحصیل حدیث کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر عمر تک یہی مشغلہ رہا حضرت امام زفر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کا نکاح امام اعظم نے پڑھایا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :

ھذا الامام (زفر) من ائمۃ المسلمین فی حسبہ وشرفہ وعلمہ[۳]

---

۱ : اولیاء رجال الحدیث ، ص : ۲۹۹

۲ : محمود احمد رضوی ، علامہ ، ذکر اخیار ، مطبوعہ ، ص ۶۹

۳ : مناقب کردری ، جلد ۲ ، ص ۱۸۳

آپ حضرت امام اعظم کے محبوب ترین اور معتمد شاگرد تھے چنانچہ حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام زفر مجلس ابو حنیفہ میں سب سے آگے بیٹھتے اور امام اعظم ہر موقع پر آپ کی مدح و ستائش اور حوصلہ افزائی فرماتے ۔[1] حسن بن زیادہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت امام زفر اور حضرت داؤد طائی ایک ساتھ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حدیث و فقہ کا درس لیتے ، دونوں میں بھائی چارہ تھا پھر حضرت داؤد طائی علمی مشغلہ سے تصوف کی راہ پر گامزن ہوئے جبکہ امام زفر علم و عبادت دونوں کے جامع بنے ۔ حدیث و فقہ میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی بیمثال تھے ۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومت نے عہدہ قضا پر مجبور کیا مگر آپ نے دونوں مرتبہ انکار کر دیا اور وطن چھوڑ کر روپوش ہو گئے ، حکومتِ وقت نے انتقاماً آپ کا گھر جلا دیا ۔ چنانچہ آپ کو اپنا مکان دو مرتبہ تعمیر کرنا پڑا ۔[2]

آپ اصل میں کوفہ کے باشندے تھے مگر بھائی کی میراث کے سلسلہ میں بصرہ چلے گئے ۔ اہل بصرہ نے بصد اصرار یہاں ہی اقامت کا مشورہ دیا اور آپ انکی درخواست پر یہیں مقیم ہو گئے ، آپ نے ۱۵۸ھ میں خلیفہ محمد المہدی کے عہد میں یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے ۔ اصحاب دانا ۱۵۸ھ[3] آپ کی تاریخ وفات ہے ۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، ولادت ۱۱۸ھ، وفات ۱۸۱ھ سوس

سید الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : "آپ کا وجود اپنے

---

[1] : اولیاء رجال الحدیث ، ص ۱۶۵

[2] : المناقب للکردری ، جلد ۲ ، ص ۱۸۷

[3] : حدائق الحنفیہ : ص : ۱۱۱

زمانہ میں محتشمانِ قوم میں سے تھا اور شریعت و طریقت کے احوال و اقوال میں آپ کو امامِ وقت مانا گیا۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ عظام، صوفیاء کرام کی زیارت فرمائی، ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ آپ کی تصانیف ہر علم و فن میں مشہور اور کرامتیں مذکور ہیں۔" [1]

عبداللہ بن مبارک نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، امیر المؤمنین فی الحدیث، عالم المشرق والمغرب لقب، مَرو میں ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے، والدین امیر ترین تھے، انہوں نے اپنے اس ہونہار فرزند کی بڑے اہتمام سے تعلیم و تربیت کی۔ [2]

سب سے پہلے حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور علمِ فقہ پر عبور حاصل کیا۔ آپ کے ذوقِ علمی میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ والدِ ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کے لیے دئے تو تمام رقم طلبِ حدیث میں خرچ کر کے واپس آئے۔ والدِ ماجد نے درہموں کی بابت دریافت فرمایا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر لکھے تھے باپ کے حضور پیش کر دیے اور عرض کیا میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو دونوں جہان کا نفع حاصل ہوگا۔ والدِ ماجد بہت خوش ہوئے اور تیس ہزار درہم اور عنایت کر کے فرمایا جائیے علمِ حدیث و فقہ کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کامل کر لیجئے۔ [3]

بعد ازاں آپ نے اس تجارت کو نہایت فروغ دیا۔ ایک مرتبہ بزرگوں کی ایک جماعت کسی مقام پر اکٹھی ہوئی، کسی نے کہا آؤ حضرت عبداللہ بن مبارک کے کمالات شمار کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، آپ علمِ فقہ، ادب، نحو،

---

[1] : ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری (۴۶۵ھ) شیخ الطریقت، کشف المحجوب (ترجمہ اردو، ابوالحسنات سید محمد احمد قادری مطبوعہ المعارف لاہور ۱۳۹۳ھ) ص ۲۱۷

[2] : اولیاء رجال الحدیث، ص ۲۳۴

[3] : حدائق الحنفیہ، ص ۱۲۳

میں ید طولیٰ رکھتے تھے، زہد و شجاعت میں لاجواب تھے، نغز گو شاعر اور ادیب تھے، شب بیداری، عبادت، حج، جہاد، شہسواری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، لایعنی باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، نہایت منصف مزاج اور آشتی پسند تھے۔[1]

حضرتِ سفیان ثوری فرمایا کرتے:

لو جهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لما اقدر:

ترجمہ: "میں کتنی ہی کوشش کروں کہ سال بھر میں تین روز بھی عبداللہ بن مبارک کی طرح گزاروں تو نہیں گزار سکتا۔"[2]

حضرت ابو اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے سارے عالم میں ابن المبارک سے بڑھ کر تحصیلِ علم کا شوق کسی میں نہیں دیکھا، خلوصِ نیت پر بہت زور دیتے تھے، آپ کے محامد و محاسن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

۱۸۱ھ کے دوران میں آپ کو کہیں جہاد پر جانا پڑا، جہاد میں شرکت کے بعد نہایت فوز و کامرانی سے واپس آرہے تھے کہ بیمار ہو گئے۔ قصبہ سوس میں چند یوم کی علالت کے بعد انتقال فرمایا اور دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہیت میں مدفون ہوئے آپ کا مزار مرجعِ انام ہے۔ حبیب زمانیاں (۱۸۱ھ)[3] مادۂ تاریخ ہے۔

حضرت امام داؤد الطائی رضی اللہ عنہ ؛ وفات: ۱۶۵ھ

حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصر الطائی، رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ اہلِ تصوف میں سید السادات

---

1 : سفینتہ خیر الانام، ص ۱۲۰

2 : سفینتہ خیر الانام، ص ۱۲۱ ؛ 3 : حدائق الحنفیہ ص ۱۲۳

اور بے مثل صوفی مانے گئے۔ حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم بن ادھم وغیرہما عارفانِ کامل کے ہم عصر تھے[1] حضرت حبیب بن سلیم راعی کے مرید خاص اور حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ بیس سال تک امام ائمہ کی خدمت میں حاضری دی۔ علم حدیث میں اعمش، حمید الطویل، عبدالملک بن عمیر وغیر محدثین سے بھی استفادہ کیا اور علومِ عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کی۔

حضرت امام داؤد طائی ابتداء میں تعلیم و تعلم کے بہت شیدائی تھے اور فقہ و حدیث کے نامور معلم، لیکن پھر ایک دم علمی مشغلہ چھوڑ کر ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوفہ میں "فقیہ زاہد" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ زہد و قناعت کا عجیب عالم تھا، حضرت امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمۃ رسالہ قشیریہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ کو وراثت میں بیس دینار ملے جنہیں بیس سال میں خرچ کیا۔[2]

اسی طرح عطاء بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گئے تو ان کے ہاں اس کے سوا کوئی سامان نظر نہ آیا یعنی ایک چٹائی بچھی ہوتی، تکیہ کے لیے ایک اینٹ ہوتی اور ایک جھولی (بیگ) میں خشک روٹی کے چند ٹکڑے اور لوٹا موجود ہوتا۔[3]

وصال:

ایک دن ایک صالح شخص نے خواب دیکھا کہ آپ دوڑ رہے ہیں، پوچھا کیا بات ہوئی؟ جواب میں فرماتے ہیں کہ ابھی ابھی قید خانہ سے چھٹکارا پا کر آرہا ہوں، وہ صالح شخص بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت امام

---

[1]: کشف المحجوب: ص ۲۱۳ - ۲۴۰

[2]: ترجمہ رسالہ قشیریہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، صدر شعبہ عربی جامعہ اسلامیہ بہاولپور، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد، ص ۳۷

[3]: اولیاء رجال الحدیث، ص ۱۴۹

داؤد طائی انتقال فرما چکے ہیں۔ [1]

ابو نعیم نے آپ کا سن وفات ۱۶۰ھ بتایا ہے لیکن ابن نمیر کا قول ہے کہ آپ کا وصال ۱۶۵ھ میں ہوا، حدائق الحنفیہ میں زیب عالم ۱۶۵ھ مادۂ تاریخ سے بھی اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ، وفات ۱۸۷ھ، مکہ مکرمہ

حضرت ابو علی فضیل بن عیاض خراسانی مرو کے اطراف میں رہتے تھے۔ بعض نے کہا سمرقند میں پیدا ہوئے اور راہیورد میں نشو و نما پائی۔ آپ کا نامور محدثین اور معروف اولیاء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ اعمال و عبادات میں درجۂ کمال کو پہنچے، ارباب طریقت میں چوٹی نامور مانے گئے، حضرت امام اعظم سے جوانی کے عالم میں تعلیم پائی اور مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہوئے۔ [2]

آخر عمر میں درس حدیث بند کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ بیت اللہ شریف کی مجاورت اختیار فرمائی اور حرم کعبہ میں مستقل طور پر معتکف ہو گئے، شب بیداری، گریہ زاری آپ کا محبوب مشغلہ بن گیا تھا۔ بدن پر دو کپڑوں کے سوا سامان دنیا نہیں رکھتے تھے منجملہ فضائل و مناقب یہ بھی ہے کہ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج فرمائی۔ آپ کے خوارق و عادات سے بڑی بڑی مستند کتابیں بھری پڑی ہیں آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں محرم ۱۸۷ھ میں وصال فرمایا۔ [3] امام عادل ۱۸۷ھ مادۂ تاریخ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، وفات ۱۶۲ھ روم

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو اسحٰق

---

[1] : رسالہ قشیریہ ص ۲۷ [2] : کشف المحجوب ۲۱۳، ۲۴۰ [3] : رسالہ قشیریہ : ص ۲۵

ابراہیم بن ادہم بن منصور علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے یگانۂ عارف اور سید اقران گزرے ہیں[1]
آپ کی بیعت حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی۔ آپ نے بہت سے
قدماء مشائخ کو دیکھا اور حضرت امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت
میں رہ کر تحصیل علم کی، بعد ازاں مسندِ درس و تدریس کو زینت بخشی۔ آپ کے تلامذہ میں سے
حضرت سفیان ثوری، حضرت شفیق بلخی، حضرت ابراہیم لبشار، حضرت امام اوزاعی جیسے
باکرامت محدثین و عباد و زہادِ امت پیدا ہوئے۔

آخر عمر میں درس و تدریس سے کنارہ کش ہو کر ہمہ تن عبادت و ریاضت میں
مشغول ہو گئے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم زمرۂ اسلام میں داخل
ہوئے اور سینکڑوں گنہگار مسلمان آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے
مشہور ہے کہ آپ مجاہدینِ اسلام کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لیے روم تشریف
لے گئے اور بلادِ روم میں ۱۶۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔[2]

حضرت بشر بن الحارث الحافی (م ۲۲۷ھ) تلامیذ امام اعظم میں سر برِ معرفت تاج

اہلِ معاملت حضرت بشر بن الحارث الحافی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی ہیں۔ آپ مجاہدات و
ریاضت میں بھی بلند شان کے حامل تھے، اعمال و اخلاص میں حظِ تام رکھتے تھے حضرت
فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کے خاص صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے اور اپنے ماموں
حضرت علی بن حشرم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مرید تھے۔ علم اصول و فروع میں یکتا و بےمثال
تھے۔[3] اصل وطن مرو تھا لیکن علوم و فنون کے حصول کے بعد مستقل طور پر بغداد میں

---

[1] : کشف المحجوب : ص : ۲۱۳، ۲۳۰
[2] : اولیاء رجال الحدیث : ص : ۵۸
[3] : کشف المحجوب، ص ۲۲۳، تذکرۃ الاولیاء : ص : ۱۰۳

رہائش اختیار کر لی اور وہیں ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ [1]

حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم ازدی بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفات ۱۹۴ھ)

مایۂ ناز، مایۂ زہد و تقویٰ حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مقتدائے اہلِ تصوف، معززِ قوم اور عالم جمیع علوم شرعی و فقہی گزرے ہیں [2]۔ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام اسرائیل بن یونس اور حضرت عباد بن کثیر سے روایت کی، مدت تک حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے اور ان سے طریقت کا علم حاصل کیا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک ہزار سات سو اساتذہ کی شاگردی کی جب توکل کے میدان میں قدم رکھا تو اپنے تین سو گاؤں فقراء میں تقسیم کر دیے حتیٰ کہ بوقتِ وصال کفن کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ آپ سے حضرت حاتم اصم، حضرت محمد بن ابان بلخی اور ابن مردویہ نے روایت کی کفار سے جہاد کرتے ہوئے مقام ختلان (ترکستان) میں ۱۹۴ھ میں جامِ شہادت نوش فرمایا، "نجم اہل دنیا" (۱۹۴ھ) آپکی تاریخ وفات ہے [3]

حضرت امام اسد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸۸ھ یا ۱۹۰ھ)

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ان چالیس اصحاب میں سے ہیں جو کتب اور قواعد فقہ کی تدوین میں مشغول رہے اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور حضرت داؤد طائی وغیرہ کی طرح اکابرین میں شمار ہوئے تیس سال تک امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے کتابت کی خدمت

---

[1]: رسالہ قشیریہ ص ۳۲ [2]: کشف المحجوب، ص ۲۴۳، مناقب کردری ج ۲ ص ۲۴۳

[3]: حدائق الحنفیہ: ص ۱۲۲؛ رسالہ قشیریہ: ص ۳۹

انجام دیتے رہے۔ امام ابو یوسف کے وصال کے بعد ہارون الرشید نے بغداد اور واسط کا قاضی مقرر کیا اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ کچھ مدت بعد آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ آنکھوں سے معذور ہو جانے پر عہدۂ قضا کو چھوڑ دیا۔ آپ سے امام احمد بن حنبل، محمد بن بکار، احمد بن منیع نے حدیث روایت کی۔ ۱۸۸ھ یا ۱۹۰ھ میں فوت ہوئے۔[1]

حضرت امام وکیع بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۹۷ھ)

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ان القابات سے متعارف کراتے ہیں، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الائمۃ الاعلام وکیع بن الجراح، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ رواۃ میں سے ہیں۔ فقہ و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تبع تابعین، حضرت امام شافعی حضرت امام احمد کے شیخ، ابو سفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل کو آپ کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے، یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس امام کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔[2]

آپ نے ۷۰ سال کی عمر پاکر ۱۹۷ھ میں وصال فرمایا۔ کعبۂ اہل دین، ۱۹۷ھ آپکی تاریخ وفات ہے۔

حضرت امام نقد رجال یحییٰ ابن سعید القطان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ ذہبی نے آپ کو الامام الاعلم کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ ابو سعید کنیت تھی۔ حدیث کے امام، ثقہ، متقن اور قدوۃ المشائخ

1۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، ص ۲۱

2۔ مناقب موفق، انوار الباری، حدائق الحنفیہ، ص ۱۳۲

تھے، امام اعظم کے حدیث و فقہ میں شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکین تھے آپ سے امام احمد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک ہوتا تھا نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن المدینی، شیخ اکبر امام بخاری، عمرو بن خالد اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لیے فرماتے نہ ان کے رعب و عظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ فن رجال پر سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ نے اور پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے قلم اٹھایا۔ امام احمد کا قول کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کا مثل نہیں دیکھا رواۃ کی تنقید میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جس کو یحییٰ القطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ باوجود اس فضل و کمال کے خود امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھتر[۷۸] برس کی عمر پاکر ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے۔ [۱]

حضرت امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ الحدیث، فقیہ الفقہاء مندین، متورع اور ان اکابر اہل علم و فضل سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو نمایاں طور پر جمع کیا۔ امام طحاوی کا قول ہے کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے ہیں جو تدوین کتب فقہ میں ممد و معاون رہے اور تیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ بغداد میں ایک مدت تک

---

[۱]: مناقب کردری، انوار الباری، حدائق الحنفیہ : ص : ۱۳۴

درس حدیث دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت امام احمد بن حنبل، ابن معین قتیبہ، حسن بن عرفہ، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ اکابر امت ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا۔ حضرت امام اسماعیل بن حماد بن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دلہن۔[1]

آپ نے بعمر ۹۳ سال ۱۸۶ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت امام علی بن مسہر قرشی کوفی رضی اللہ عنہ وفات ۱۸۹ھ

مشہور صاحب درایت و روایت، جلیل القدر محدث و فقیہ کے جامع اور شریکِ تدوینِ فقہ تھے۔ آپ سے ہی حضرت امام سفیان ثوری نے امام اعظم کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے اصحابِ صحاحِ ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔[2]

حضرت امام محمد بن الشیبانی کا بھی وصال اسی سال ہوا۔

حضرت امام حفص بن غیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۴ھ

مشہور و معروف عالم محدث، ثقہ، فقیہ، زاہد، عابد، امام اعظم کے ممتاز فضلاء اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں تھے۔ آپ امام اعظم سے مسانید امام میں بکثرتِ احادیث روایت کرتے ہیں۔

امام اعظم نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا۔ یہ بھی انہیں سے ہیں۔ امام اعظم سے فقہ میں بھی تخصص کا درجہ حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں عمرو بن حفص امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن محتق، یحییٰ القطان وغیرہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ

---

[1] انوار الباری : ص ۹۱
[2] حدائق الحنفیہ، جامع مسانید الامام الاعظم۔ ص ۵۰۸

سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ سال اور بغداد میں دو سال تک دارالقضاء کے متولی رہے۔ [۱]

حضرت امام حسن بن زیاد رضی اللہ وفات ۲۰۴ھ

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بہت ہی ذہین شاگردوں میں سے تھے علم فقہ میں انتہائی ماہر بلکہ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بلند مرتبہ محدث بھی، قرأت کے ائمہ میں آپ کا نام بہت بلند تھا۔ طبقات قاری میں لکھا ہے کہ ابن کثیر کی کتاب مختصر غریب احادیث الکتب الستہ میں آپ کو ان علماء میں شمار کیا گیا ہے جو تیسری صدی کی ابتداء میں مجدد دین امتِ محمدیہ سے ہوئے ہیں۔ ۱۹۴ھ میں جب قاضی حفص بن غیاث فوت ہوئے تو کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے جس سال حضرت حسن بن مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہما واصل بحق ہوئے اسی سال یعنی ۲۰۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ جلالِ علم (۲۰۴) مادۂ تاریخ وفات ہے۔

حضرت امام مسعر بن کدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ

حافظ الحدیث، ثقہ، فاضل مستند اور طبقہ کبار تبع تابعین سے ہیں۔ آپ نے امام ابوحنیفہ، عطاء اور قتادہ سے حدیث کو روایت کیا۔ حضرت سفیان ثوری اور حضرت سفیان بن عیینہ جو مجتہد اور امام المحدثین ہیں۔ آپ سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔ آپ کی جلالت اور حفظ و اتقان پر سب کو اتفاق ہے۔ اصحاب صحاحِ ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ وفات ۱۵۳ یا ۱۵۵ھ میں ہوئی۔

---

[۱]: حدائق الحنفیہ: انوار الباری، ص ۲۰۷

[۲]: الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ: ص ۲۶: ومناقب کردری، ج ۲، ص ۲۱۱

آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے خدا کے درمیان امام اعظم کو وسیلہ بنالیا میں امید کرتا ہوں کہ وہ بے خوف ہوگیا اور اس کو اس احتیاط میں نقصان نہ ہوگا۔[۱]

حضرت امام ابو محمد نوح بن درّاج النخعی رضی اللہ عنہ ۱۸۲ھ

محدّث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اعمش، اور سعید بن منصور کے تلمیذ ہیں، تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے۔ ابن ماجہ نے باب التفسیر کی آپ سے تخریج کی، کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے۔ فقہ میں امام اعظم سے درجۂ تخصص حاصل کیا۔ جامع المسانید میں امام اعظم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کا ۱۸۲ھ میں وصال ہوا

ان تلامذہ کے علاوہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے ۷۷۲ اور نامور شاگرد ہیں جن کا ذکر کتب تذکرہ میں موجود ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار:

رأیت اباحنیفۃ حین یؤتی	میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ مسئلے پڑھتے رہے
ویطلب علمہ بحرا غزیرا	کوئی ان سے طلب علم کرتا وہ بحر ناپیدا کنار تھے
اذا ما المشکلات تدافعہا	جب انہوں نے ہماری تمام مشکلیں دور کردیں تو شاہین
رجال العلم کان بہا بصیرا	علم نے ان کو صاحب بصیرت مانا

(تبییض الصحیفہ، اردو ص ۲۴، ۲۵)

---

[۱] حدائق الحنفیہ: ص ۱۰۸

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے توسّل

یہ فطرتِ اسلامی ہی نہیں بلکہ فطرتِ انسانی بھی ہے کہ انسان بفحوائے مضمون من احب شیئاً اکثر ذکرہ اپنے محبوب کا ذکر سننے اور سنانے سے کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ ذکرِ حبیب سے ہی کیف و سرور پاتا ہے اور پھر بھی تشنگی ہی رہتی ہے چنانچہ حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے قلبی لگاؤ اور عشق و محبت کا اظہار جو انہیں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تھا، یوں کرتے ہیں: ھو المسك ما کررته یتضوع: یعنی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکرِ جمیل بار بار کرو کیونکہ وہ مشک اور کستوری کی خاصیّت رکھتا ہے۔ جس قدر اس کو بکھیرو گے اتنی ہی مہک زیادہ ہوتی جائے گی لہٰذا ذکرِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میرے لیے باعثِ فرحت و انبساط ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اپنی مجالس میں تلامذہ و حاضرین کے سامنے بڑے شوق و احترام سے فرمایا کرتے تھے، کبھی ارشاد فرماتے قول ابی حنیفۃ اعظم من ان یدفع بالھوینا اور کبھی یوں رطب اللسان ہوتے من لم ینظر فی کتب ابی حنیفۃ لایتبحر فی الفقہ[1] (جو حضرت سیدنا ابوحنیفہ کی تصانیف پر نظر نہیں رکھتا وہ فقہ میں تبحر حاصل نہیں کرسکتا) جب کبھی آپ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ عالیہ کے اظہار کا ارادہ کرتے تو جذبات کے عالم میں پکار اٹھتے:

من اراد ان یعرف الفقہ فیلزم اباحنیفۃ واصحابہ فان الناس کلھم عیال

---

[1] مناقب الامام الأعظم الموفق، ج ۲، ص ٦٦

علیہ فی الفقہ ،[1]

احمد بن الصلت ابو عبید سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں فرمایا کرتے تھے :

الناس عیال علیہ فی القیاس والاستحسان

آپ کا یہ مقولہ بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے گہری عقیدت و محبت کا مظہر ہے :

کل من جاء بعد الامام الاعظم فھو مقتبس منہ[2]

مندرجہ بالا ملفوظات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کو حضرت سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بے پایاں عشق و محبت تھا، پھر محبت کا ماخذ و منبع ہی دل ہوتا ہے۔ اگر دل کا تعلق کسی چیز سے ہو جائے تو ارادہ اس تعلق کو قوی تر بنا دیتا ہے اور ایک دائمی کشش و جذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ انہیں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ تھا اور محبت کا یہ جذبہ ہر وقت بیدار رہا۔ آپ نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بزرگی در مجد و شرف کا ان الفاظ میں اعتراف کیا :

"میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں اور وہاں خدا سے بتوسل ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی حاجت مانگتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔"

اسی روایت کو صدر الائمہ امام موفق بن احمد المکی المتوفی[3] ۵۶۸ھ کتاب مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۱۹۹ جلد دوم میں مختلف اسناد سے بطریق تام

---

[1] مناقب موفق، ج ۲ ص ۶۶ الخیرات الحسان ص ۱۰۳ : [2] مناقب موفق ج ۲ ص ۳۱ الخیرات الحسان ص ۱۷، ۱۰۳

[3] : مناقب موفق ج ۲۔ ص ۲۱

ابوبکر خطیب بغدادی بطریق تاج الاسلام امام سمعانی وغیرہما سے بیان کرتے ہیں کہ علی بن میمون کہتے ہیں "میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنا وہ فرماتے تھے کہ "میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں پھر ان کی قبر پر (بتوسل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ) خدا سے دعا کرتا ہوں تو فی الفور میری حاجت پوری ہو جاتی ہے"[1]

اسی روایت کو انہی کے الفاظ میں علامہ عزالدین بن جماعہ محدث نے بھی اپنی کتاب انس المحاضرہ میں ذکر کیا ہے :

"ذکر السفیری شارح بعض مجالس من احادیث البخاری نقل عزالدین بن جماعة فی کتاب انس المحاضرة عن ابن میمون قال انی سمعت الشافعی یقول انی لاتبرك بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ یعنی زائرا فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسالت اللہ تعالیٰ لحاجة عندہ فما تبعد عنی حتی تقضی[2]

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ الخیرات الاحسان[3] کے صفحہ ۲۳۰-۲۳۱ پر لکھتے ہیں :

اعلم انه لم یزل العلماء ذو والحاجات یزورون قبرہ ذای قبر ابی حنیفة، ویتوسلون عنه فی قضاء حوائجهم ویرون نجح ذلك منهم الامام الشافعی لما کان ببغداد فانه جاء عنه انه قال انی لاتبرك بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسئلت اللہ عندہ فتقضی سریعا وذکر بعض المتکلمین علی منهاج النووی ان الشافعی صلی الصبح عند قبرہ

---

[1] مناقب کردری ج ۱، ص ۳۵ [2] : انوار الباری ج ۱ ص ۱۳۸، از سید احمد رضا بجنوری دیوبندی

[3] : باطل شکن ص: ۲۰، ۲۱ از مولانا جعفر شاہ پھلواری

فلم یقنت فقیل لہ لم قال تادبا مع صاحب ھذا القبر وذکر ذالک غیرہ ایضا وزاد انہ لم یجھر بالبسملۃ والاشکال فی ذلک خلافا لمن ظن انہ یعرض السنۃ مایرجح ترک فعلھا لکونہ الاٰن اھم منھا ولاشک ان الاعلام برفعہ مقام العلماء امر مطلوب متاکد وانہ عند الاحتیاج علی رغم انف حاسد وتعلیم جاھل افضل من مجرد فعل القنوت والجھر بالبسملۃ [1]

یعنی علماء اور دیگر حاجت مند آپ کی قبر کی مسلسل زیارت کرتے رہتے ہیں اور آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور اس میں کامیاب و کامران ہوتے رہتے ہیں۔ انھیں میں سے امام شافعی بھی ہیں جب آپ بغداد میں تھے تو آپ نے فرمایا "میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس آتا ہوں اور اس کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے اور بعض متکلمین نے ذکر کیا کہ امام شافعی نے صبح کی نماز آپ کی قبر کے پاس پڑھی تو اس میں قنوت نہ پڑھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا اس قبر والے کے ساتھ ادب کرتے ہوئے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے اس اضافہ کے ساتھ ذکر کیا کہ آپ نے بسم اللہ جہر کے ساتھ نہ پڑھی اور اس میں کچھ اشکال نہیں کیونکہ سنّت کو بعض اوقات، ایسے مواقع لاحق ہو جاتے ہیں کہ جس سے اس کا نہ کرنا راجح ہوتا ہے اور یہ مواقع اس سے اہم ہوتے ہیں اور یہ چیز شک سے بالاتر ہے کہ علماء کی رفعتِ شان کا ظاہر کرنا بہت ہی اہم مقصد ہے

---

[1] مناقب موفق ج ۲ ص ۱۹۹، الخیرات الحسان، ص ۱۰۳،۱۷، انوارِ آفتابِ صداقت، ج ۲، ص ۱۵۸، شفاء القلوب، ص ۸۰، تحفۂ دستگیریہ (مولانا غلام دستگیر قصوری، ص ۲۰)

اور بالخصوص حاسدوں کو ذلیل کرنے اور جاہلوں کو تعلیم دینے کے وقت قنوت پڑھے
اور بسم اللہ جہر سے پڑھنے سے افضل ہے"۔

علامہ ابنِ حجر کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعی کی طرح دیگر علماء کا بھی قدیماً اور حدیثاً امام ابوحنیفہ کی قبرِ انور کی زیارت بہ نیتِ تبرک و توسل و انتفاع و استشفاع معمول رہا ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عمل سے جہاں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہ غایت عقیدت کا اظہار ہوتا ہے وہاں مسئلہ استمداد و توسل کا بھی ثبوت مہیا ہو رہا ہے۔ یہ منکرینِ وسیلہ و استمداد اولیاء کے لیے لمحۂ فکریہ ہے انہیں چاہیے کہ اپنے غلط نظریات کے جال کو اتار پھینکیں اور صراطِ مستقیم پہ گامزن ہوں جن پر ائمہ مجتہدین عمل پیرا رہے ہیں۔

امام اعظم کا ایک اہم فتویٰ

تنبأ فی زمنه رجل فقال امهلونی حتی اتی بعلامة فقال من طلب منه علامة کفر لانه ذلک مکذب لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم "لا نبی بعدی"

ترجمہ: آپ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ کو مہلت دو اگر میں تمہارے سامنے کوئی معجزہ پیش کروں تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اس سے کوئی علامت طلب کی وہ بھی کافر ہوا۔ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "لا نبی بعدی" کو جھٹلانے والا ہے۔

(الخیرات الحسان)

تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علم حدیث

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً قرآن وحدیث اور ائمہ اسلام کے ارشادات کی روشنی میں عظمتِ امام کے بارے میں کچھ عرض کر دیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

(التوبہ پ ۱۱ رکوع ۲)

اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (ترجمہ امام احمد رضا بریلوی)

امام ابوحنیفہ تابعین میں سے ہیں اس لیے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کا مژدۂ جانفزا ان کے لیے بھی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ [1]

اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو فارس کا ایک مرد اسے پالے گا۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ صحیح اور قابلِ اعتماد اصل ہے جس میں امام ابوحنیفہ کی بشارت ہے۔ علامہ سیوطی کے شاگرد اور سیرتِ شامیہ کے مصنف حضرت شیخ محمد بن یوسف صالحی شافعی فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ اس

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، امام — مسلم شریف عربی (نور محمد، کراچی) ج ۲ ص ۳۱۲

حدیث کا اشارہ امام اعظم کی طرف ہے کیونکہ اہلِ فارس میں سے کوئی بھی ان کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا۔[۱]

امام اعظم کی خصوصیات

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد اوصاف میں دیگر ائمہ مجتہدین سے ممتاز ہیں۔

○ آپ زمانۂ صحابہ میں پیدا ہوئے جو بحکم حدیث خیر القرون میں سے ہے۔

○ آپ نے متعدد صحابۂ کرام کی زیارت کی، ان سے حدیثیں سنیں اور روایت بھی کیں۔

○ تابعین کے دور میں اجتہاد کیا اور فتویٰ دیا، مشہور محدث امام اعمش حج کے لیے روانہ ہوئے تو مسائل حج امام صاحب سے لکھوا کر ساتھ لے گئے، حالانکہ وہ حدیث میں امام صاحب کے اساتذہ میں سے ہیں۔

○ جلیل القدر ائمۂ حدیث آپ سے روایت کرتے ہیں، حضرت عمرو بن دینار امام صاحب کے اساتذہ میں سے ہیں اس کے باوجود آپ سے روایت کرتے ہیں۔

○ آپ نے چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا، ائمۂ اربعہ میں سے کسی دوسرے امام کے اتنے اساتذہ نہیں ہیں۔

○ انہیں شاگردوں کی ایسی بے نظیر جماعت میسر آئی جو بعد میں کسی امام کو میسر نہ آئی۔

○ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ حضرت وکیع ابن الجراح کی مجلس میں کسی نے کہہ دیا

---

[۱] ابن عابدین شامی : رد المحتار ج ۱ ص ۴۹

ابوحنیفہ نے خطا کی، انہوں نے فرمایا، ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ان کی مجلس علمی میں ابو یوسف، زفر اور محمد ایسے ماہرین قیاس اور مجتہد موجود ہیں، یحیٰ ابن زکریا حفص ابن غیاث، حبّان اور مندل ایسے حافظ الحدیث اور حدیث کی معرفت رکھنے والے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے قاسم ابن معن ایسے لغت اور عربی زبان کے امام موجود ہیں، داؤد ابن نصیر طائی، فضیل ابن عیاض ایسے پیکر زہد و تقویٰ ہیں، جہاں ایسے لوگ موجود ہوں وہ انہیں غلطی نہیں کرنے دیں گے اور اگر ان سے خطا سرزد ہو بھی جائے تو یہ حضرات انہیں حق کی طرف پھیر دیں گے۔

○ آپ فقہ کے پہلے مُدوّن ہیں، اس سے پہلے صحابۂ کرام اور تابعین اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے تھے، امام صاحب نے محسوس کیا کہ اگر مسائل اسی طرح بکھرے رہے تو علم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے اس لیے آپ نے فقہ کو مختلف کتب اور ابواب پر مرتب کر دیا، امام مالک نے مؤطا کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی۔

○ آپ کا مذہب دنیا کے ان خطوں میں پہنچا جہاں دوسرے مذاہب نہیں پہنچے۔

○ آپ اپنے کاروبار کی آمدن سے گزر بسر کرتے تھے، اہلِ علم پر خرچ کرتے اور کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے۔

○ آپ کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور حج و عمرہ کی کثرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ [۱]

---

[۱] : محمد بن یوسف صالحی شافعی : عقود الجمان (مطبوعہ حیدرآباد، دکن) ص ۱۸۵-۱۸۹

اکابر اسلام کی تحسین اور ستائش

آپ کی تعریف و ثنا کرنے والوں میں عالم اسلام کے وہ مسلّم امام ہیں جن کے مقابل مخالفین اور معترضین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کی ملاقات حضرت امام جعفر صادق کے ساتھ حطیم کعبہ میں ہوئی انہوں نے معانقہ کیا اور خیریت دریافت کی، یہاں تک کہ خدام کی خیریت بھی دریافت کی۔ امام صاحب کے جانے کے بعد کسی نے پوچھا کہ اے فرزند رسول! آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ امام جعفر صادق نے فرمایا: میں نے تم سے بڑا بے وقوف نہیں دیکھا میں ان سے خدام تک کی خیریت دریافت کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟

یہ ابو حنیفہ ہیں اور اپنے شہر (کوفہ) کے سب سے بڑے فقیہ ہیں[۱]

یاد رہے کہ کوفہ اس دور میں عالم اسلام کا اہم ترین علمی مرکز تھا۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

کوئی شخص ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر فقہ میں کمال حاصل نہیں کر سکتا[۲]

کادرح ابن زحمہ کا بیان ہے:

ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں ان میں سے ایک پاک اور ایک پلید ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ پاک کونسا ہے، اور نماز کا وقت آجائے تو وہ کیا کرے؟ امام مالک نے فرمایا: غور و فکر کرے جس کے پاک ہونے کا غالب گمان ہو اسے استعمال کرے (کادرح ابن زحمہ کہتے ہیں)

۱: عبدالقادر القرشی: الجواہر المضیۃ (مطبوعہ حیدرآباد، دکن) ج ۲ ص ۴۵۸

۲: حسین بن علی الصیمری: اخبار ابی حنیفۃ و صاحبیہ ص ۸۱

یں نے انہیں بتایا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان کپڑوں میں سے ہر ایک کو پہن کر ایک ایک دفعہ نماز ادا کرے، امام مالک نے اس شخص کو بلایا اور وہی مسئلہ بتایا جو امام ابوحنیفہ کا فتویٰ تھا [1]

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اصل میدان اجتہاد و استنباطِ مسائل تھا۔ حضرت ملا علی قاری نے خطیب خوارزمی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل بیان فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار (۳۸۰۰۰) مسائل عبادات سے اور باقی معاملات سے متعلق ہیں۔ اگر ابوحنیفہ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی اور جہالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔ [2]

اسی لیے آپ محدثانہ انداز میں حدیث پڑھانے اور اس کی روایت کی طرف متوجہ نہ ہو سکے، تاہم آپ حدیث کے عظیم ترین حافظ تھے، حافظ الحدیث اس عالم کو کہتے ہیں جسے ایک لاکھ حدیث متن اور سند سمیت یاد ہو اور سند کے ایک ایک راوی کے تمام حالات سے باخبر ہو۔

حضرت محمد ابن سماعہ فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے اپنی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں پیش کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے آثار صحابہ کا انتخاب کیا ہے۔ [3]

ائمۂ حدیث کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں

یزید ابن ہارون فرماتے ہیں: ابوحنیفہ متقی، پرہیزگار، زاہد، عالم،

---

[1] حسین بن علی الصیمری: اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص: ۷۴

[2] عبدالقادر قرشی امام: الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۷۲

[3] 〃 〃 ص ۴۷۴

زبان کے سچے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ تھے، ہیں ے ان ے ب
معاصرین بھی پائے انہوں نے بھی کہا کہ انہوں نے ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا [1]
مشہور نقاد اور حافظ الحدیث یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں۔ ابوحنیفہ ثقہ ہیں، حدیث اور
فقہ میں سچے ہیں اور اللہ کے دین کے امین ہیں [2]

امیرالمؤمنین فی الحدیث حضرت شعبہ نے آپ کے وصال پر دعائے خیر کے
بعد فرمایا:

اہل کوفہ سے نورِ علم کی ضیاء چلی گئی اب یہ لوگ ان جیسا قیامت تک
نہیں دیکھیں گے۔ [3]

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں:

ابوحنیفہ علم میں نیزے کی انی سے زیادہ تیز راہ پر چلتے تھے، خدا کی قسم!
وہ علم کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، حرام کاموں سے منع فرماتے
اور اپنے شہر والوں کے لیے سرچشمہ تھے، وہ صرف ان حدیثوں کا لینا
جائز قرار دیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی
اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت تھیں، وہ ناسخ ومنسوخ حدیثوں کی
کامل معرفت رکھتے تھے، وہ مستند راویوں کی روایات اور نبی اکرم صلی
اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آخری فعل کی تلاش میں رہتے تھے اور علماء
کوفہ کی اکثریت کو جس راہِ حق پر پاتے اسے اپنا لیتے اور اسے اپنا دین
قرار دیتے تھے [4]

---

[1] : محمد بن یوسف صالحی شافعی امام : عقود الجمان : ص : ۱۹۴

[2] : 〃 〃 〃 عقود الجمان : ص : ۱۹۴

[3] : حسین بن علی الصیمری : اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ : ص : ۷۲

[4] : 〃 〃 〃 ص : ۶۷ - ۶۶

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف فرماتے ہیں :

میں نے جس مسئلے میں بھی امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر ان کا مذہب ہی آخرت میں زیادہ نجات دینے والا معلوم ہوا بعض اوقات میں حدیث کی طرف رجحان اختیار کرتا تو وہ حدیث صحیح کے مجھ سے زیادہ واقف ہوتے۔[۱]

یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ

ہم علم کے کسی باب میں امام ابو حنیفہ سے گفتگو کرتے جب امام کسی قول پر اپنا فیصلہ دے دیتے اور آپ کے تلامذہ اس پر متفق ہو جاتے یا امام صاحب فرماتے کہ ہمارا اس قول پر اتفاق ہے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس توقع پر حاضر ہوتا کہ ان سے کوئی حدیث یا اثر صحیح امام کے قول کی تائید میں حاصل کروں، چنانچہ کبھی مجھے دو حدیثیں مل جاتیں اور کبھی تین، میں وہ حدیثیں لاکر امام کی خدمت میں پیش کرتا تو وہ ان میں سے بعض کو قبول کر لیتے اور بعض کو رد کر دیتے اور فرماتے یہ صحیح نہیں ہے یا معروف نہیں ہے حالانکہ وہ حدیث ان کے مذہب کے موافق ہوتی، میں عرض کرتا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہے؟ تو امام صاحب فرماتے کہ کوفہ کا تمام علم مجھے حاصل ہے۔[۲]

امام ترمذی جو ایک حدیث میں امام بخاری و مسلم کے بھی استاد ہیں جرح و تعدیل میں امام اعظم کے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں، ترمذی

---

[۱] : محمد بن یوسف صالحی : عقود الجمان ص ۳۲۱

[۲] : " " " ص "

شریف کی دوسری جلد، کتاب العلل میں ابو یحیٰی حمانی سے روایت کرتے ہیں
ہم نے ابو حنیفہ کو فرماتے سنا کہ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا اور عطاء
ابن ابی رباح سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہیں دیکھا۔ [1]
علامہ شمس الدین ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ [2]

تطبیق احادیث

احادیث میں اگر بظاہر تعارض واقع ہو تو پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے، امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو احادیث مختلفہ کی تطبیق میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔

سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت کسے حاصل ہوئی؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں، پہلے پہل ان میں امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تطبیق دی کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید ایمان لائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ [3]

اسی طرح رکعات نماز میں کسی کو شک واقع ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلے میں تین مختلف روایتیں ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان میں یوں تطبیق دی کہ اگر کسی کو پہلی مرتبہ شک واقع ہو تو اسے ازسر نو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر اسے شک واقع ہوتا رہتا ہے تو غور کرے جس طرف اس کا غالب گمان ہو اس پر عمل کرے اور اگر کسی طرف بھی غلبۂ ظن حاصل نہیں اور دونوں جانبیں برابر ہیں تو کم تعداد کو اختیار کرے، [4] مثلاً تین اور چار میں تردد ہو تو تین رکعتیں قرار دے

---

[1] : عبد الاول جونپوری : مقدمہ مفید المفتی (مکتبہ غوثیہ، ملتان) ص: ١٠١

[2] : الذہبی، علامہ : تذکرۃ الحفاظ (مطبوعہ بیروت) ج ١ ص ١٦٨

[3] : عبد الوہاب عبد اللطیف : حاشیہ الصواعق المحرقہ (مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر) ص ٧٦

[4] : عبد العزیز پرہاروی : کوثر النبی (مکتبہ قاسمیہ، ملتان) ج ١ ص ٤١

اور ایک رکعت مزید پڑھ لے۔

امام ابوحنیفہ اور محدثین

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر باکمال پر حسد کیا گیا ہے اور دانستہ یا نادانستہ اس کی عظمت کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ امام اعظم پر حسد نہ کیا جاتا، امام صاحب نے اسی صورت حال کے پیش نظر فرمایا،

اِنْ یَّحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَیْرُ لَائِمِھِمْ
قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَھْلُ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ لِیْ وَلَھُمْ مَابِیْ وَمَابِھِمْ
وَمَاتَ اَکْثَرُنَا غَیْظًا لِّمَا وَجَدُوْا[1]

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو میں انہیں ملامت نہیں کرتا مجھ سے پہلے فضیلت والوں پر حسد کیا گیا ہے۔

میری خوبی اور حالت میرے ساتھ رہی اور ان کی ان کے ساتھ اور ہم میں سے اکثر اپنے صدمے کے غصے میں مر گئے۔

ضابطۂ جرح و تعدیل

مشہور یہ ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم ہے لیکن یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے، امام حافظ تاج الدین سبکی، طبقاتِ کبریٰ میں فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جس شخصیت کی امامت و عدالت ثابت ہو اس کی مدح اور تعریف کرنے والے زیادہ اور اس پر جرح کرنے والے کم ہوں اور مذہبی تعصب یا اس کے علاوہ دیگر قرائن بھی موجود ہوں جن کی بنا پر جرح کی گئی ہو تو ہم جرح کو قابل توجہ قرار نہیں دیں۔

---

[1]: عبد القادر القرشی: الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۴۹۸

گے اور ہم اس شخصیت کی عدالت کو تسلیم کریں گے۔ کیونکہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں اور مطلقاً جرح کا مقدم ہونا تسلیم کرلیں تو کوئی امام بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا اس لیے کہ ہر امام پر کچھ نہ کچھ لوگوں نے طعن کیا ہے اور ہلاکت کی وادی میں جاگرے ہیں۔[1]

حدیث اور قیاس

بعض شافعیہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ قیاس پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ بعض محدثین "قال بعض اہل الرائی" کے عنوان سے امام صاحب کا قول بیان کرتے ہیں :

یہ الزام حقیقت کے سراسر خلاف ہے، حضرت عبداللہ ابن المبارک فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ نے فرمایا :

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی حدیث ہم تک پہنچے تو سر آنکھوں پر اور جب صحابہ کرام سے مروی ہو (اور صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف ہو) تو ہم ان میں سے کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ ہم ان میں سے کسی کا قول بھی اختیار نہ کریں اور جب تابعین کا قول مروی ہو تو ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔[2]

امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص نے تعریض کرتے ہوئے کہا سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا، امام اعظم نے فرمایا :

تمہارا یہ کلام بے محل ہے ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کا حکم رد کرنے کے لیے قیاس کیا تھا، اللہ تعالےٰ نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا

---

[1] : محمد بن یوسف صالحی ، عقود الجمان : ص: ۲۹۲

[2] " " " ص، ۱۷۳

حکم دیا تو اس نے کہا :

أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيناً

کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔

اور ہم اس لیے قیاس کرتے ہیں کہ ایک مسئلے کو دلائل شرعیہ میں سے کسی دلیل، کتاب اللہ یا سنّت رسول اللہ یا اجماعِ صحابہ کی طرف راجح کریں، ہم اجتہاد کرتے ہیں اور اتباع خداوندی کے گرد گردش کرتے ہیں۔ ہمارے قیاس کا اُس قیاس سے کیا تعلق ؟ [1]

اس شخص نے برملا توبہ کی اور کہا اللہ تعالےٰ آپ کے دل کو منور کرے جس طرح آپ نے میرا دل منور کیا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ احناف کے نزدیک سند کے لحاظ سے ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے جب کہ امام شافعی حدیث ضعیف کی بعض قسموں پر قیاس کو مقدم قرار دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل (جسے تابعی، صحابی کا ذکر کیے بغیر روایت کرے) حجت ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک حجت نہیں ہے، امام ابوحنیفہ صحابی کی تقلید کرتے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے صحابی نے وہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنی ہو جب کہ امام شافعی، صحابی کی تقلید نہیں کرتے، امام احمد بن حنبل کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے مذہب کی بنا حدیث پر ہے تحقیق اور تتبع سے پتا چلتا ہے کہ امام احمد کا اختلاف امام ابوحنیفہ سے اتنا نہیں جتنا امام شافعی سے ہے۔ [2]

---

[1] : عبدالقادر القرشی : الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۲۳

[2] : عبدالعزیز پرہاروی کوثر النبی ج ۱ ص ۵۴

حضرت نصر ابن محمد ابن یحیٰی البلخی فرماتے ہیں

میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا آپ کو امام ابو حنیفہ پر کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ قیاس کرتے ہیں، میں نے کہا کیا امام مالک قیاس نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں وہ قیاس کرتے ہیں لیکن ابو حنیفہ کا قیاس کتابوں میں محفوظ ہو گیا ہے، میں نے کہا امام مالک کا قیاس بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔ فرمایا: ابو حنیفہ ان سے زیادہ قیاس کرتے ہیں، میں نے کہا: آپ کو چاہیئے تھا کہ امام ابو حنیفہ پر ان کے حصہ کے مطابق اور امام مالک پر ان کے حصہ کے مطابق کلام کرتے، تو امام احمد خاموش ہو گئے۔[1]

علامہ عبد العزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا طریقہ یہ تھا کہ اس حدیث کو ترجیح دیتے تھے جو قیاس کے موافق ہوتی تھی اور مخالف قیاس حدیث کو مرجوح قرار دیتے تھے، امام صاحب حدیث کو ترجیح دینے کے لیے عقلی دلیل بیان فرما دیتے تھے لیکن بعض حنفی علماء نے حدیث کے تلاش کرنے میں سستی کا مظاہرہ کیا اور صرف عقلی دلیل بیان کر دی جس سے لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہو گیا کہ اس مذہب کی بنا ہی رائے اور قیاس پر ہے

حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالےٰ حدیث کی معرفت اور اتباع سنت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔[2]

چند احادیث ملاحظہ ہوں جن پر امام ابو حنیفہ نے عمل نہیں کیا اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کیوں عمل نہیں کیا۔

---

[1]: محمد بن یوسف صالحی شافعی : عقود الجمان ص ۳۸۷

[2]: عبد العزیز پرہاروی : کوثر النبی ج ۱ ص ۵۲

حدیثِ مُصَرّاۃ

عرب میں تاجروں کی عام طور پر یہ عادت تھی کہ مادہ جانور کے فروخت کرنے سے پہلے ایک دو دن اس کا دودھ نہیں دوہتے تھے۔ خریدار تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر وہ جانور گراں قیمت پر خرید لیتا، گھر جاکر اس پر منکشف ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا دھوکہ ہوا ہے ایسے جانور کو مصراۃ کہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مُصَرّاۃ بکری خریدے اور گھر لے جاکر اس کا دودھ دوہے تو اگر اس کے دودھ پر راضی ہے تو اسے رکھ لے ورنہ وہ بکری اور اس کے ساتھ ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور واپس کر دے۔[1]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خریدار بکری واپس نہیں کر سکتا البتہ دودھ کی کمی کے سبب بکری کی قیمت میں جتنی کمی واقع ہوگی وہ بائع سے لے سکتا ہے، امام صاحب نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا اور عمل نہ کرنے کی وجوہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہے، ارشادِ ربانی ہے:

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

تم پر جتنی زیادتی کی گئی ہے تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو

خریدار نے بکری کا دودھ جو پیا ہے ضروری نہیں کہ ایک صاع کھجور کے برابر ہو کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

۲۔ یہ حدیثِ معروف کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ ؛ خریدی ہوئی چیز کی پیداوار اور آمدن کا استحقاق

---

[1] : مسلم بن الحجاج القشیری، امام مسلم شریف (نور محمد، کراچی) ج۲ ص۴

اصل کی ضمانت کی بنا پر ہے۔ ایک شخص نے غلام خرید کر اسے اجارہ پر دیا بعد میں اس کے عیب کا پتا چلا، اس نے یہ مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ حضور نے عیب کی بنا پر غلام واپس کر دیا، بائع نے عرض کیا حضور اس نے نفع بھی حاصل کیا ہے:

فرمایا: الغلۃ بالضمان ؛ نفع ضمانت کی بنا پر ہے[1] یعنی اگر غلام مر جاتا تو اس کی ذمہ داری میں مرتا۔

۲- یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز ضائع کر دے تو اس پر اجماع ہے کہ اس کے بدلے میں ویسی ہی چیز دے یا قیمت ادا کرے۔

اس اجماع کے مطابق بکری واپس کرنے کی صورت میں خریدار پر لازم ہونا چاہیے کہ جتنا دودھ پیا ہے اتنا دودھ واپس کر دے یا اس کی قیمت، ایک صاع کھجوریں نہ تو دودھ کی مثل ہیں اور نہ ہی اس کی قیمت۔

۳- یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی کی کوئی چیز ضائع کر دینے کی صورت میں قیاس یہ ہے کہ یا تو اس کی مثل ادا کی جائے یا ثمن یا قیمت، ایک صاع کھجور نہ ثمن ہے نہ قیمت اور نہ مثل[2] ثمن وہ معاوضہ ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان طے پائے اور قیمت وہ مالیت ہے جو بازار کے بھاؤ کے حساب سے ہو۔

۵ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ بکری کی فروخت کے وقت جو دودھ موجود تھا وہ بائع کی ملکیت تھا جب بکری کی بیع منسوخ ہوئی تو اس دودھ کی بیع بھی منسوخ ہو گئی اور چونکہ وہ اس وقت موجود نہیں

---

[1] : ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی : شرح معانی الآثار (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ج ۲ ص ۲۲۰

[2] : عبد القادر القرشی : الجواہر المضیہ ج ۲ ، ص ۱۸-۴۱۷

ہے اس لیے وہ دَین ہوا اور اس کے مقابل ایک صاع کھجور خریدار کے ذمہ پر آگئی وہ بھی دین ہے، تو یہ دَین کی دَین کے ساتھ بیع ہوئی اور وہ بحکمِ شریعت ممنوع ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْکَالِیِٔ بِالْکَالِیِٔ[1]

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دین کی دین سے بیع کرنے سے منع فرمایا۔

کُتّے کے جھوٹے برتن کا حکم

امام بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو وہ اسے سات مرتبہ دھوئے۔

امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا، ان کے نزدیک تین مرتبہ دھونا ہی کافی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پر عمل نہ کرنے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ حدیث مضطرب ہے کسی روایت میں ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ دھوئے، کسی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ دھوئے، کسی روایت میں آخری مرتبہ مٹی کے ساتھ دھونے کا حکم ہے اور ایک روایت میں دوسری مرتبہ مٹی کے ساتھ دھونے کا حکم ہے اس اضطراب کی بناء پر اس حدیث پر عمل نہیں کیا گیا۔

۲۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ جب راوی کا خود اپنی روایت کے خلاف عمل ہو تو اس کی روایت کو نہیں بلکہ اس کے عمل کو اپنایا جائے گا۔ کیونکہ جس

---

[1]: ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی : شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۲۷

راوی کی عدالت اور دیانت پر اعتماد ہو وہ جب ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور خود اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ حدیث اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا اس کے معارض اس سے زیادہ قوی حدیث موجود ہے وغیر ذالک۔

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔[۱]

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کوفی نے اپنی مصنَّف کے ایک حصہ کا نام "کتاب الرد علی ابی حنیفہ" رکھا ہے اور اس میں وہ ایسی حدیثیں لائے ہیں جو بظاہر امامِ اعظم کے مذہب کے خلاف ہیں علامہ عبدالقادر قرشی متوفی ۷۷۵ھ اور علامہ قاسم ابن قطلوبغا نے اس کا تفصیلی رد لکھا، علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی (مصنّف السیرۃ الشامیہ) نے عقود الجمان میں اجمالاً ردّ کیا، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف سیالکوٹی نے "تائید الامام باحادیث خیر الانام" کے نام سے اس کا جواب لکھا، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے اس پر تقریظ لکھی وہ فرماتے ہیں:

حافظ ابن ابی شیبہ اگر آج ہوتے تو اس تحریر کی ضرور قدر کرتے اور اس کو اپنی مصنَّف کا جز بناتے یا کتاب الرّد کو اپنی مصنَّف سے خارج کر دیتے۔[۲]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں میں فقہ حنفی کو ایسے دلائل و براہین سے بیان کیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں فتاویٰ رضویہ، فقہ حنفی کا وہ دائرۃ المعارف ہے کہ کسی بھی مسئلے پر تفصیلی دلائل اس میں

---

۱ : عبدالقادر القرشی : الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۲۷

۲ : محمد شریف سیالکوٹی : فقہ الفقیہ (فرید بک سٹال، لاہور) ص ۳۲۵

دیکھے جا سکتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی نذیر حسین دہلوی نے شافعیہ کی تقلید میں یہ فتویٰ دیا کہ سفر کی حالت میں بغیر عذر کے دو نمازیں ایک نماز کے وقت میں پڑھی جا سکتی ہیں، امام احمد رضا بریلوی نے اس کے جواب میں سوا سو صفحات کا ایک رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلواتین تحریر فرمایا اور اس میں حدیث کی روشنی میں مذہب حنفی کو بیان کیا اس رسالے میں حدیث سے متعلق محدثانہ ابحاث کو دیکھ کر بڑے بڑے محدث انگشت بدنداں رہ گئے۔

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ نماز تراویح میں سورۂ برأت کے علاوہ ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ شریف کا بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے ورنہ ختم مکمل نہ ہوگا، امام احمد رضا بریلوی نے اس موضوع پر ایک رسالہ قلمبند فرمایا جس کا نام ہے "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" اور تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ فقہ حنفی کے مطابق سورۂ نمل کے علاوہ صرف ایک مرتبہ بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھی جائے گی۔ یہ فتویٰ حرف آخر ثابت ہوا اور آج آپ دیکھ سکتے ہیں کہ تمام حفاظ کا اسی پر عمل ہے۔

روئے زمین پر جب تک اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے گی اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے مطابق اس کا ثواب امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھی ملتا رہے گا اور رہتی دنیا تک فقہا اور قانون دان حضرات امام اعظم سے کسب فیض کرتے رہیں گے۔

نوٹ: مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کا یہ تحقیقی مقالہ ۱۱ اپریل ۱۹۸۶ء کو جامعہ رضویہ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں پڑھا گیا (تابش قصوری)

جناب حفیظ تائب

ببارگاہِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

نگہبانِ شریعت، حضرتِ نعمان بن ثابت
حدی خوانِ طریقت، حضرتِ نعمان بن ثابت

سراجِ امت و مشکوٰۃِ ملت، مشعلِ قدرت
مہِ چرخِ فقاہت، حضرتِ نعمان بن ثابت

علم بردارِ سنت، حجۃ اللہ، آیۂ رحمت
قطیعِ رفض و بدعت، حضرتِ نعمان بن ثابت

تفقہ میں بھی لاثانی، تدبر میں بھی لاثانی
امامِ اہلِ سنت، حضرتِ نعمان بن ثابت

سراپا ورع و تقویٰ، سراسر ایمان و حق گوئی
مجسم علم و حکمت، حضرتِ نعمان بن ثابت

رسولِ دوسرا نے جن کی آمد کی بشارت دی
وہی آقائے نعمت، حضرتِ نعمان بن ثابت

ہوئی تدوینِ علمِ شرع تائبؔ جنکے ہاتھوں سے
وہ فرزندِ رسالت، حضرتِ نعمان بن ثابت

تحریر: مفتی احمد یار خان نعیمی

...ے آقا، ہمارے مولیٰ، امام اعظم ابوحنیفہ
ہمارے ملجا ہمارے ماویٰ امام اعظم ابوحنیفہ

...جہ نے زمانہ بھر میں بہت تجسس کیا ولیکن
ملا نہ کوئی امام تم سا، امام اعظم ابوحنیفہ

...علم وعمل کے سورج تمہی ہو سب ہیں تمہارے تارے
تمہی سے چمکا ہے جو بھی چمکا امام اعظم ابوحنیفہ

...ارے آگے تمام عالم نہ کیوں کرے زانوئے ادب خم
کہ پیشوایان دیں نے مانا، امام اعظم ابوحنیفہ

...یوں کریں ناز اہل سنت کہ تم سے چمکا نصیب امت
سراج امت ملا جو تم سا، امام اعظم ابوحنیفہ

...انے تجھ کو وہ دی ہے رفعت کہ ترا منسوب بھی ہے مرفوع
تری اضافت میں رفع پایا، امام اعظم ابوحنیفہ

...اولی الامر سے ثابت کہ تیری طاعت اہم واجب
خدا نے تم کو کیا ہمارا، امام اعظم ابوحنیفہ

...سی کی آنکھوں کا تو ہے تارا کسی کے دل کا بنا سہارا
مگر کسی کے جگر میں آرا، امام اعظم ابوحنیفہ

...تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری و مسلم، ابن ماجہ، امام اعظم ابوحنیفہ

...جتنے فقہا محدثین ہیں تمہارے خرمن کے خوشہ چیں ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ، امام اعظم ابوحنیفہ

...راج تو ہے بغیر تیرے جو کوئی سمجھے حدیث و قرآں
پھرے بھٹکتا نہ پائے رستہ، امام اعظم ابوحنیفہ

خبر لے اے دستگیر امت ہے سالک بے خبر بہ شدت
وہ تیرا ہو کر پھرے بھٹکتا، امام اعظم ابوحنیفہ

۱؎ باقی ائمہ مجتہدین امام اعظم کے یا تو شاگرد ہیں یا شاگرد کے شاگرد۔ امام شافعی کی والدہ سے امام محمد نے نکاح کیا اور ان کی تصنیفات سے امام شافعی ...نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ امام مالک نے فقہ میں امام محمد کی شاگردی کی اور حدیث میں امام محمد نے ان کی شاگردی کی۔ ۲؎ قاعدہ نحو: اضافت سے کسرہ ...ہوتا ہے مگر امام اعظم کی اضافت نے رفع یعنی بلندی دی۔ ۳؎ قرآن میں ہے واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ...اور ...اولی الامر اور والوں کی اطاعت کرو اور وہ علمائے حقانی ہیں خصوصاً مجتہدین ۴؎ وہابی تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں اور شرک کی روایت حدیث معتبر ...نہیں چاہئے کہ مسلم، ترمذی، سارے محدثین مقلد ہیں۔ تو ان میں سے کسی کی روایت معتبر نہیں ہونی چاہئے۔ امام بخاری بہت سے حنفی محدثین کے شاگرد ہیں ...دیکھو عینی شرح بخاری۔ ...دیگر محدثین امام بخاری کے شاگرد تو بواسطہ تقریباً تمام محدثین امام اعظم کے شاگرد ہوئے ۵؎ حضرت امام کا لقب ہے ...سراج الامت یعنی امت کے چراغ، جو کوئی بغیر چراغ کے حدیث پڑھے گا وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا

امام المسلمین ابو حنیفہ

از : حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ

لقد زان البلاد ومن علیها ... امام المسلمین ابو حنیفة

باحکام وآثار وفقه ... کآیات الزبور علی صحیفة

فما فی المشرقین له نظیر ... ولا فی المغربین ولا بکوفة

یبیت مشمرا سهر اللیالی ... وصام نهاره لله خیفة

وصان لسانه عن کل افک ... وما زالت جوارحه عفیفة

یعف عن المحارم والملاهی ... ومرضاة الاله له وظیفة

رأیت العائبین له سفاها ... خلاف الحق مع حجج ضعیفة

وکیف یحل ان یؤذی فقیه ... له فی الارض آثار شریفة

وقد قال ابن ادریس مقالا ... صحیح النقل فی حکم لطیفة

بان الناس فی فقه عیال ... علی فقه الامام ابی حنیفة

فلعنة ربنا اعداد رمل ... علی من رد قول ابی حنیفة

ماخوذ از در المختار و رد المحتار جلد اول ص ۵۵، ۵۹

امام المسلمین ابوحنیفہ

ترجمہ : مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہور

- امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں اور شہریوں کو زینت بخشی ،
- احکام (قرآن) ، آثار (احادیث) اور فقہ سے ، جیسے صحیفہ میں زبور کی آیات نے ۔
- کوئی بھی مشرق و مغرب میں ان کی نظیر نہیں ملتی (یعنی روئے زمین میں ان جیسا کوئی نہیں ہے)
- (آپ) عبادت کیلئے مستعد ہو کر بیدار ہی میں راتیں بسر کرتے اور خوف (خدا) کی وجہ سے دن کو روزہ رکھتے ۔
- انہوں نے اپنی زبان ہر بہتان طرازی سے محفوظ رکھی اور ان کے اعضاء ہر گناہ سے پاک رہے ۔
- آپ لہو ولعب اور حرام کاموں سے بچے رہے ، رضائے الٰہی (کا حصول) آپ کا وظیفہ تھا ۔
- امام اعظم کے نکتہ چین بے وقوف ، مخالفِ حق اور کمزور دلائل والے ہیں
- ایسے فقیہ کو کسی بھی وجہ سے تکلیف دینا کیونکر جائز ہے جس کے علمی نوادر تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ۔
- حالانکہ صحیح روایت میں لطیف نکتوں کے ضمن میں امام شافعی نے فرمایا کہ :
- "تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں ۔"
- ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو امام ابوحنیفہ کے قول کو مردود قرار دے ۔

....امام اعظم ابوحنیفہ

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امام اعظم ابوحنیفہ
سپہر دین نبی کا اختر امام اعظم ابوحنیفہ

خدا کے بندوں پہ حصر کیا ہے نہ دیکھا چشم فلک نے ابتک
تمہارا ثانی تمہارا ہمسر امام اعظم ابوحنیفہ

قسم ہے دور قمر میں شہرہ تری فقاہت کا چارسو ہے
تری فضیلت کا ذکر گھر گھر امام اعظم ابوحنیفہ

امام مالک امام حنبل بخاری و شافعی مقرر
مثال انجم ہیں تو ہے خاور امام اعظم ابوحنیفہ

الٹ دیا تخت نجد جس نے جہاں میں آکر بروز روشن
وہ ہے حبیب شفیع محشر امام اعظم ابوحنیفہ

اشاروں سے مہر و ماہ دونوں بتا رہے ہیں چمک چمک کر
ہے چرخ دین نبی کا محور امام اعظم ابوحنیفہ

تری بدولت ہوا منور رسول اکرم کا دین ایسا
ہے چشم خورشید دہر ششدر امام اعظم ابوحنیفہ

کلام حق کے سمجھنے والے حدیث قدسی کے نکتہ داں ہو
خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابوحنیفہ

جلا کے کر دے گا خاک خواجہ ہر اک نجدی کے دل جگر کو
ترے فضائل سنا سنا کر امام اعظم ابوحنیفہ

سپہرِ علم و عمل کے سورج تمہی ہو سب ہیں تمہارے تارے

تمہی سے چمکا ہے جو بھی چمکا، امامِ اعظم ابو حنیفہ

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک

بخاری و مسلم ابنِ ماجہ امامِ اعظم ابو حنیفہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور